ہنگامی حالات کے نفاذ کی شرعی حیثیت

تحریر: محفوظ احمد، ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسلامیات)
گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر، (ربوہ)

ابن خلدون کے نزدیک انسان فطری طور پر مدنی الطبع ہے۔ ایک مغربی ماہر عمرانیات نے انسان کو معاشرتی جانور قرار دیا ہے۔ اور یہ واقعی حقیقت ہے کہ انسان معاشرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن انسان کو معاشرے میں زندگی گزارنے کیلئے بہت سے حقوق کی ضرورت ہے۔ انہی حقوق کو دور جدید کی زبان میں انسانی بنیادی حقوق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بعض لوگ انسانی بنیادی حقوق کو غصب کرنے میں معروف رہے اور بعض لوگ ان حقوق کی بحالی میں کوشاں رہے۔ اسلام واحد دین ہے جس نے ابتداء انسانیت سے ان حقوق کی بات کی اور اس کی حفاظت انسان پر لازم قرار دی۔

عصر حاضر میں بھی ان بنیادی حقوق کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر تقریباً ہر ملک اپنے شہریوں کو اپنے دستور میں ان حقوق کی فراہمی کی ضمانت دیتا ہے۔ پاکستان میں بھی ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء میں بننے والے دساتیر میں بنیادی حقوق کی فراہمی کی ضمانت دی گئی۔ ۱۹۷۳ء کے متفقہ اور جمہوری دستور میں بیس بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دستور کے حصہ دہم کی دفعہ ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴ اور ۲۳۵ کے مطابق صدر پاکستان ہنگامی حالات کا اعلان کر کے ان بنیادی حقوق کو محدود وقت کے لئے معطل کرسکتا ہے۔ اسی اختیار کے پیش نظر جناب جنرل یحییٰ خان نے ۳۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ستمبر ۱۹۷۳ء میں ہنگامی حالات کا اعلان کر کے بنیادی حقوق معطل کیے۔ حال ہی میں صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ نے ۲۸۔ مئی ۱۹۹۸ء کو پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے موقع پر بعض بنیادی حقوق معطل کر کے ہنگامی حالات کے نفاذ کا اعلان کیا۔

ہنگامی حالات کے نفاذ سے انسانی بنیادی حقوق معطل کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے اس ضمن میں یہ مقالہ پیش ہے جس میں حقوق کا مفہوم، انسانی بنیادی حقوق کا تاریخی پس منظر، ہنگامی حالات کا مفہوم، ۱۹۷۳ء کے آئین میں ہنگامی حالات کے نفاذ کی دفعات اور شرعی وجوہ جواز پر تبصرہ کیا جائے گا۔

حقوق کا مفہوم

حقوق کی واحد حق ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ انگریزی میں اسے (Right) کہاجاتا ہے۔

چونکہ اس دنیا میں بیشتر اشیاء انسان کے فائدے کیلئے پیدا کی گئی ہیں - لہذا انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان اشیاء سے فائدہ اٹھائے اور انہیں ان پہلوؤں سے بچائے جن سے ان کی نفع رسانی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسی ذمہ داری کو حق کہا جاتا ہے۔

حق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام راغب (م۵۰۲ھ) نے لکھا ہے "المطابقة والموافقة" یعنی(۱) یعنی حق کا اصل معنی مطابقت اور موافقت ہے۔

علامہ فخرالدین رازی(م۶۰۶ھ) نے تفسیر الکبیر میں حق کی یہ تعریف کی ہے۔ اثبات الذی لا یسوغ انکارہ"(۲) وہ اثبات جس کا انکار نہ ہوسکے۔ اس کی ضد باطل ہے۔

ابن منظور(م۷۱۱ھ) نے حق کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"وتطلق كلمة الحق على النصيب المحدد"(۳)

یعنی لفظ حق کا اطلاق کسی مقررہ حصہ پر ہوتا ہے۔

انگلش ماہر قانون(Henry campbell) نے(Right) حق کی تعریف ان الفاظ میں کی:

A power, privilage or immunity guaranteed under a Constitution, statutes or decisional Laws or claimed as a resute of long usage(4)

ایک اختیار، استحقاق یا تحفظ جس کو دستور، تحریری قانون یا(عدالتی) فیصلوں سے وجود میں آنے والے قوانین کے تحت ضمانت دی گئی ہو یا جسے طویل رواج و استعمال کے نتیجے میں حاصل کیا گیا ہو۔(حقوق کی یہ تعریف انگلش اصول قانون کے مطابق کی گئی ہے)

ممتاز ماہر قانون ریٹائرڈ جسٹس محمد منیر نے پی ایل ڈی کے حوالے سے حق کی یہ تعریف نقل کی ہے۔

قانونی حدود کے اندر رہ کر معاشرہ میں ایک فرد دوسرے سے جو حاصل کرتا ہے کسی چیز کا قبضہ حاصل کرتا ہے یا کچھ کرتا ہے وہ اس کا حق ہے۔ قانونی طور پر حق وہ مفاد ہے جو دستور یا عام قانون کے تحت کسی شخص کو حاصل ہو(۵)

بنیادی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جو ایک آزاد معاشرہ بلا تخصیص مذہب وملت، رنگ و نسل ہر مردوزن، بوڑھے، جوان اور بچے کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان حقوق کی اساس اس فلسفیانہ نظریہ پر ہے کہ دنیا میں ایک ماورائی قانون کا وجود ہے جو مقننہ کی خواہش پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کے بیشتر دساتیر میں ان حقوق کے خلاف قانون سازی کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ ان بنیادی حقوق کی اہم خصوصیت یہ ہے

کہ یہ مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ اور دیگر حکومتی وریاستی اداروں کو ان حقوق میں مداخلت کرنے پر صریحاً یا معنوی طور پر پابندیاں عائد کرنے پر پابندی عائد کی جاتی ہے(٦)

اسلام میں بنیادی حقوق سے مراد شریعت کی طرف سے عطا کردہ وہ حقوق ہیں جو ہر انسان کو بحیثیت انسان پیدائشی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ یہ حقوق انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہیں اور ان کے بغیر انسان کی بقا اور اس کی شخصیت کی تعمیر ناممکن ہے۔ اسلام یہ حقوق بلا تفریق جنس، رنگ، نسل، زبان، علاقہ، قوم اور دین ومذہب ہر انسان کو عطا کرتا ہے اور اسلامی ریاست میں مقیم ایک سربراہ حکومت سے لے کر عام شہری تک یکساں طور پر ان سے مستفید ہونے کا حق رکھتے ہیں۔

انسانی بنیادی حقوق میں سے بعض حقوق فطرت کی طرف سے متعین ہیں اور بعض مروجہ دستور، قانون اور معاشرے کی طرف سے انسان کو ملتے ہیں۔

فطری حقوق کا تعلق براہ راست انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور تمام انسان ان حقوق سے کسی تفریق کے بغیر مستفید ہوتے ہیں۔ یہ حقوق دیگر اقسام حقوق سے قطعاً مختلف ہوتے ہیں۔

دستوری حقوق کو صرف دستور کے ذریعہ دیا جاتا ہے اور دستور میں ترمیم و تنسیخ کر کے واپس لیا جاسکتا ہے۔

قانونی حقوق کو بذریعہ قانون، ترمیم واضافہ منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

بنیادی حقوق کے شعور کا ارتقاء

بنیادی حقوق کی اس وضاحت کے بعد یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کون سے حقوق ہیں جنہیں انسانی بنیادی حقوق کہا جاسکتا ہے اور انہیں کب سے بنیادی حقوق تسلیم کیا جاتا ہے۔

بنیادی حقوق کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی تخلیق۔ اس سلسلہ میں ہمیں قرآن مجید سے راہنمائی ملتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ ہابیل اور قابیل، ان کا آپس میں ایک معاملے میں جھگڑا ہوگیا(۷) جھگڑے کے دوران قابیل اپنے بھائی کو قتل کرنے لگا۔ قابیل کی اس کیفیت کو دیکھ کر ہابیل نے کہا:

لئن بسطت الیِ یدک لتقتنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللّٰہ رب العالمین. انی ارید ان تبوٗا باثمی واثمک فتکون من اصحاب النار وذلک

جزاؤالظالمین(۸)
اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے مجھ پر دست درازی کرے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنے کیلئے دست درازی نہیں کروں گا۔ میں تو اللہ تعالی سے ڈرتا ہوں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے اور تو دوزخیوں میں شامل ہوجائے۔ ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہوتی ہے۔

اس آیت میں ہابیل نے قابیل کو انسانی جان کے تحفظ کے حق سے آگاہ کیا لیکن قابیل نے اس کی پروا کئے بغیر ہابیل کو اس بنیادی حق سے محروم کردیا اور اس حق کی پاسداری نہ کرتے ہوئے اسے قتل کردیا۔

حقوق کے حصول اور ضیاع کا یہ سلسلہ آدم علیہ السلام کے دور سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ ان حقوق کو قانونی شکل دینے کیلئے مختلف ادوار میں مختلف اقدامات کئے گئے تاکہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کو ان حقوق سے محروم نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے تو اسے قرار واقعی سزادی جائے۔ انبیاء کرام کے علاوہ سب سے پہلے سقراط نے انسانی حقوق کی آواز اٹھائی اور اس جرم کی پاداش میں جام زہر نوش کیا۔ اس کے بعد دیوجانس کلبی نے سکندر کو انسانی حقوق کا آئینہ دکھایا۔

اہل مغرب جو آج خود کو انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کا علمبردار تصور کرتے ہیں انہیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ مغرب میں بنیادی حقوق کے تحفظ کا باقاعدہ آغاز ۱۶۳۵ء میں ہوا۔ بقول شریف الدین پیرزادہ:

This was in 1635 at the time of dispute about ship money(9)

اس وقت ۱۶۳۵ء میں برطانیہ میں ایک سمندری مالی جہاز سے متعلق تنازعہ تھا(۱۰) اس تنازعہ سے متعلق بادشاہ کو معاہدے کا پابند ہونے کا مطالبہ کیا گیا۔ بہر حال ۱۲۱۵ء سے لے کر ۱۹۴۸ء تک متعدد معاہدے اور منشور جاری کئے گئے جن میں انسانی بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا۔ ان میں سے چند معاہدے اور منشور درج ذیل ہیں۔

۱۔ ۱۲۱۵ء میں برطانیہ کا میگنا کارٹا

۱۲۱۵ء میں انگلستان کے کنگ جان نے انسانی حقوق کےلئے میگنا کارٹا جاری کیا جس کی حیثیت بادشاہ اور امراء کے درمیان صرف ایک قرارداد کی سی تھی اور یہ زیادہ امرا کے مفاد کیلئے مرتب کیا گیا۔ عوام کے حقوق کا اس میں کوئی ذکر نہ تھا(۱۱)

۲۔ Virgina Declaration,1776

یہ ڈیکلریشن ۱۶ دفعات پر مشتمل تھا(۱۲)

۳۔ Massachusuts Declaration,1780

یہ ڈیکلریشن چار دفعات پر مشتمل تھا۔

۴۔ American Declaration 1776-1789

اس ڈیکلریشن کی ۱۷ دفعات تھیں۔

۵۔ Declaration of the Rights of Man. 1789

یہ انقلاب فرانس کی داستان کا اہم ترین ورق منشور حقوق انسانی ہے جسے فرانس کی دستور ساز اسمبلی نے انقلاب فرانس کے عہد میں اس لئے مرتب کیا تھا کہ جب دستور بنایا جائے تو اس وقت سے اسے اس کے آغاز میں درج کیا جائے اور دستور میں اس کی سپرٹ کو ملحوظ رکھا جائے۔

۶۔ American Convention for Fundamantal Rights

اس کنونشن میں سول، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا ذکر ہے۔

۷۔ American Declaration of the Rights and Duties of man.1776

یہ ڈیکلریشن ۳۸ دفعات پر مشتمل ہے جن میں ۲۸ کا تعلق حقوق سے اور ۱۰ کا تعلق فرائض سے ہے۔

۸۔ African Charter of Human and Peoples Rights

اس چارٹر میں ۲۹ دفعات ہیں۔

۹۔ Internation Covenant on Civil and Political Rights.

یہ معاہدہ ۴ حقوق پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ Internation Covenant on Economic Social and Cultural Rights

اس معاہدہ میں ۲۵ حقوق کا ذکر ہے۔

۱۱۔ The Universal Declaration of Human Rights(UNO) 1948(13)

اقوام متحدہ کا عالمگیر حقوق انسانی کا یہ چارٹر تیس (۳۰) حقوق پر مشتمل ہے۔

ان تمام معاہدوں اور اعلانات میں مندرجہ ذیل حقوق کو انسانی بنیادی حقوق میں شامل کیا گیا۔

1۔ زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق
2۔ غلامی سے تحفظ کا حق
3۔ ظالمانہ سزاؤں سے بچاؤ کا حق
4۔ قانونی مساوات کا حق
5۔ قانونی امداد حاصل کرنے کا حق
6۔ قانون کے سامنے پیش ہونے کا حق
7۔ مقدمات میں فریق بننے کا حق
8۔ حبس بے جا سے تحفظ کا حق
9۔ عدالتوں میں اپنا دفاع کرنے کا حق
10۔ نجی زندگی میں عدم مداخلت کا حق
11۔ سکونت و نقل مکانی کا حق یعنی شہریت چھوڑنے اور اختیار کرنے کا حق
12۔ غیر سیاسی مجرموں کے علاوہ دیگر ممالک میں جانے کا حق
13۔ حق قومیت
14۔ نکاح وطلاق کا حق
15۔ حصول و انتقال ملکیت کا حق
16۔ آزادی مذہب (ترک مذہب و اختیار مذہب کا حق)
17۔ آزادی رائے (تحریر و تقریر وغیرہ کی صورت میں)
18۔ پرامن اجتماع منعقد کرنے کا حق
19۔ سرکاری فرائض و خدمت خلق کرنے کا حق
20۔ معاشرتی تحفظ (جان ومال، عزت و آبرو کے تحفظ کا حق)
21۔ روزگار و یونین سازی کا حق
22۔ حصول رخصت کا حق
23۔ رہائش کا حق (خوراک، لباس اور علاج وغیرہ کا حق)
24۔ تعلیم حاصل کرنے کا حق

25۔ ثقافتی معاملات و خاندانی مفادات کے حصول کا حق

26۔ معاشی ترقی میں حصہ لینے کا حق

اقوام متحدہ کے منشور حقوق انسانی کی باقی چار دفعات میں ان حقوق کا عالمگیر سطح پر نفاذ، ان کی غلط تشریح کی ممانعت، جنسی تفریق کا خاتمہ کے متعلق ہیں۔

بہرحال یہ وہ بنیادی حوق ہیں جو انسانی حقوق سے متعلق تمام معاہدوں اور بین الاقوامی اعلانات میں شامل رہے (۱۴)

ان معاہدات اور اعلانات کے علاوہ بعض مغربی مفکرین نے تحریری طور پر بھی انسانی حقوق پر زور دیا ہے جیسے

ٹام پین(Tom Paine 1737-1809) نے حقوق انسانی(Rights of Man) کے نام سے ۱۷۹۱ء میں ایک پمفلٹ تحریر کیا جس نے مغربی ممالک میں حقوق انسانی کے تصور کی عام اشاعت کی۔

آدم سمتھ نے ۱۷۷۶ء میں برطانیہ میں آزاد معیشت کا نظریہ پیش کر کے فرد کا حق ملکیت تسلیم کیا۔

اس مختصر وضاحت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اول تو مغربی دنیا میں انسانی حقوق کا تصور ہی دو تین صدیوں سے پہلے اپنی کوئی تاریخ نہیں رکھتا۔ دوم یہ کہ اگر آج ان حقوق کا ذکر کیا بھی جارہا ہے تو ان کے پیچھے کوئی سند اور کوئی قوت نافذہ نہیں ہے بلکہ یہ صرف خوشنما خواہشات ہیں۔

وہ انسانی حقوق جنہیں آج کی ترقی یافتہ اقوام انسانیت کیلئے ضروری قرار دیتی ہیں۔ وہی بنیادی حقوق آج سے چودہ سو سال قبل اسلام نے قرآن وحدیث میں بڑی تفصیل سے بیان کیے۔ یہ حقوق ہر انسان کو پیدائشی طور پر میسر آتے ہیں۔ خواہ کسی ملک کا دستور یا قانون بیان کرے یا نہ کرے لیکن اسلامی عدالت یہ حقوق مہیا کرنے کی پابند ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

اهبطوا لبعض لبعض عدو ولكم فى الارض مستقرومتاع الى حين(۱۵)

(ترجمہ) تم زمین پر اترو جہاں بعض بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر کچھ ٹھہرنا ہے اور ایک مقررہ مدت تک نفع اٹھانا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے زمین میں فساد پیدا ہونے کا فلسفہ بیان فرمایا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے ھبوط الی الارض کے بعد پہلی آبادی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہر انسان کو دو بنیادی حق دینے کا اعلان فرمایا:

۱- مستقر (حق سکونت)

۲- متاع (حق منفعت)

مستقر سے مراد زندہ رہنے کا حق اور متاع سے مراد وہ ضروریات جو زندگی کیلئے ضروری ہیں ان کے حصول اور ان سے نفع لینے کا حق ہے۔ لہذا کچھ لوگ اپنے اس ٹھکانے کو مستحکم کرنے کی خاطر اور اپنے باطل مقاصد کو پورا کرنے کیلئے دوسرے لوگوں سے یہ حق چھیننا چاہیں گے۔ وہ لوگ جن کی جدوجہد استحصالی ہوگی وہ مفاد پرست اور باطل ہیں۔ بایں وجہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ اور جو لوگ ان مفادات کو یکساں کرنے کی کوشش کریں گے وہ حق پر ہوں گے۔

سورۃ بقرہ میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً(١٦)

(ترجمہ) اللہ وہ ہے جس نے تمہارے فائدے کیلئے تمام چیزیں پیدا کیں۔

یہاں حقوق کے متعلق اسلام کا یہ نقطہ نظر ہے کہ اللہ تعالی نے یہ حقوق کسی جنسی تفریق کے بغیر عطا کیے ہیں لہذا کوئی شخص انہیں مناسب سبب کے بغیر معطل نہیں کرسکتا۔ ایسی کوشش انسانیت سے عداوت ہوگی خود قرآن مجید کی ہدایت ان حقوق کے تحفظ کی اس طرح ضمانت دیتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قلنااھبطوا منھا جمیعا فاما یاتیینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون(١٧)

(ترجمہ) ہم نے کہا اس جنت سے سب کے سب نیچے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت آئے پس جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی ہم نے آپ کو یہ حق دیا ہے کہ تم اپنے ذرائع بروئے کار لاکر زمین میں اپنی زندگیوں کو مستحکم کرو۔ بعض لوگ ان حقوق کو ختم کریں گے اس وقت ہم اپنی ہدایت نازل کریں گے۔ جو کوئی اس ہدایت کی پیروی کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے دنیا میں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوگا۔

ان بنیادی حقوق کے عالمگیر ہونے کی پالیسی کا اعلان اس طرح کیا گیا کہ یہ حقوق بلا استثناء دیے گئے ہیں ان حقوق کو حاصل کرنے میں کسی قسم کے رنگ، نسل، علاقہ، مذہب، جنس کو کوئی امتیاز حاصل

نہیں ارشاد ہوتا ہے:

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف(۱۸)

(ترجمہ)عورتوں کا بھی دستور کے موافق حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے۔

اسلام کی انسانی حقوق سے متعلق اس پالیسی کے بعد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تمام بنیادی حقوق جن کا پرچار آج بین الاقوامی سطح پر کیا جاتا ہے وہ تمام حقوق قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں پہلے سے موجود ہیں۔

1۔ حق زندگی(نساء:۲۹، مائدہ:۳۲، انعام:۱۵۲، بنی اسرائیل:۳۳

2۔ غلامی سے تحفظ((بقرہ:۲۱۳، اعراف:۱۵۷)

3۔ ظالمانہ سزاؤں سے تحفظ(بقرہ:۲۷۹)

4۔ قانونی امداد کے حصول کا حق(شوریٰ:۱۵)

5۔ قانونی مساوات کا حق(مائدہ:۸)

6۔ قانون کے سامنے پیش ہونے کا حق(نساء:۱۴۸)

7۔ حبس بے جا سے تحفظ کا حق: حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے:

لا یؤسر رجل فی الاسلام بغیر العدول(۱۹)

کوئی مسلمان شخص معتبر گواہوں کے بغیر قید نہیں کیا جائے گا۔

8-9۔ مقدمات میں پیش ہونے کا حق اور عدالت میں دفاع کا حق(مائدہ:۸)

10۔ نجی زندگی میں عدم مداخلت کا حق(نور:۲۷، حجرات:۱۲)

11۔ حق سکونت ونقل مکانی:(آل عمران:۱۳۷، نساء:۹۷-۱۰۰، مائدہ:۳۲، جمعہ:۱۰)

12۔ دیگر ممالک میں جانے کا حق(اعراف:۱۲۸)

13۔ حق قومیت(بقرہ:۲۱۳)

14۔ نکاح وطلاق کا حق(نساء:۳، طلاق:۱)

15۔ حق ملکیت(بقرہ:۱۸۸)

16۔ آزادی دین ومذہب(بقرہ:۲۵۶، کھف:۲۹)

17۔ آزادی رائے(آل عمران:۱۱۰، نساء:۵۹)

18۔ آزادی اجتماع(آل عمران:۱۵۹، شوریٰ:۳۸)

19۔ سرکاری ملازمت وسیاسی کارفرمائی میں شرکت کا حق (آل عمران:۱۵۹، نساء:۵۹، نور:۵۵، شوریٰ:۳۸)

20۔ معاشرتی تحفظ کا حق (نور:۲۷، حجرات:۱۲)

21۔ حق روزگار و یونین سازی (آل عمران:۱۰۴)

حق رفعت کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

ان لجسدک علیک حق(۲۰)

بے شک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے۔

22۔ حق رہائش (بقرہ:۳۵، یونس:۶۷، نحل:۸۰)

23۔ حق تعلیم (علق:۱)

24۔ حق اجرت (قصص:۲۵-۲۶)

25۔ معاشرتی مساوات کا حق (حجرات:۱۳)

26۔ بنیادی ضروریات کے حصول کا حق (بقرہ:۲۱۹، توبہ:۳۴-۳۵، معارج:۲۵، ماعون:۷

27۔ خاندانی معاملات (نساء:۳، طلاق:۱)

28۔ اجر میں جنسی تفریق کا خاتمہ: (آل عمران:۲۵، نساء:۳۲، نحل:۹۷، زمر:۷۰)

29۔ معصیت میں اجتناب کا حق (لقمان:۱۵)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا طاعة لمخلوق فی معصیة الله(۲۱)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ممنوع ہے۔

صرف امریکن ڈیکلریشن میں حقوق کے ساتھ دس فرائض کا ذکر ہے جب کہ باقی تمام اعلانات، معاہدوں اور چارٹرز میں صرف حقوق کا ذکر ہے جبکہ اسلام نے حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ انسانی زندگی کے تمام نظام جیسے معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور عائلی نظاموں سے متعلق تمام حقوق وفرائض کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

پاکستانی دستور میں مندرج بنیادی حقوق

ان بنیادی حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج آئین ۱۹۷۳ء اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باب دوم میں مذکور ہیں۔

اس آئین کا آغاز ہی بنیادی حقوق سے ہوتا ہے۔ چنانچہ آئین کا دوسرا باب انہی حقوق سے متعلق ہے جس میں دفعہ ۹ سے لے کر ۲۸ تک ان بیس حقوق کا ذکر ہے۔

9۔ فرد کی سلامتی کا حق
10۔ گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ کا حق
11۔ غلامی و بیگار سے تحفظ کا حق
12۔ موثر بہ ماضی سزا سے تحفظ کا حق
13۔ دوہری سزا اور خود کو ملزم قرار دینے کے خلاف تحفظ کا حق
14۔ شرف انسانی
15۔ نقل و حرکت کی آزادی کا حق
16۔ اجتماع کی آزادی کا حق
17۔ انجمن سازی کی آزادی کا حق
18۔ تجارت، کاروبار اور پیشے کی آزادی
19۔ آزادی تقریر و تحریر
20۔ آزادی مذہب
21۔ کسی خاص مذہبی محصول سے تحفظ
22۔ دینی تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظ
23۔ قبضہ وجائیداد کا حق
24۔ عدم محرومی جائیداد
25۔ حق مساوات
26۔ عام مقامات میں داخلہ سے متعلق عدم امتیاز کا حق
27۔ ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف تحفظ کا حق
28۔ زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ

یہ وہ حقوق ہیں جنہیں ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق ہر پاکستانی کو بلا تفریق حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔

ایمرجنسی یا ہنگامی حالات

قانون میں ہنگامی حالات سے مراد وہ حالات ہیں جن میں کوئی شخص ان کاموں کو کرتا ہے جنہیں عام حالات میں وہ نہیں کرسکتا۔

K.J. Aiyari نے ایمرجنسی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

An emergency is an unforeseen occurrence or combination of circumstances which calls for immediate action or remedy(22)

غیر معمولی طور پر واقع ہونے والی صورت حال یا ان حالات کا مجموعہ جو حکومت کی طرف سے فوری اقدامات کرنے اور ان کی دادرسی مہیا کرنے پر زور دیتے ہوں۔ ہنگامی حالات کہلاتے ہیں۔

بلیک لاء ڈکشنری میں ایمرجنسی کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے:

A sudden unexpected happening, Emergency is an unforeseen combition of circumstances that calls for immediate action.(23)

کسی چیز کے اچانک غیر متوقع واقع ہونے اور حالات کی وجہ سے ایسی ہنگامی صورت حال پیدا ہونے کی وجہ سے جن اقدامات کو کرنے کی فوری ضرورت ہوتی ہے ہنگامی صورت حال کہلاتی ہے۔

دستوری لحاظ سے ہنگامی حالات سے مراد کسی ملک کے سربراہ کا غیر متوقع حالات کے پیش نظر ملکی واجتماعی مفادات کے پیش نظر آئین میں مذکور انسانی بنیادی حقوق کو محدود وقت کیلئے معطل کرنا اور عارضی قانون سازی کا مکمل اختیار حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ایمرجنسی کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے شریف الدین پیرزادہ نے لکھا ہے:

The need for an emergency provision and suspension of fundamental rights during such emergency is obuious. Analogue provisions are found in most of the foreign constitutions.Article 28 of the Irish Constitution and Article 359 of the India Constitution deal with similar sitution(24)

یعنی ہنگامی صورت حال میں بنیادی حقوق کی معطلی کی گنجائش موجود ہے اور یہ اس وقت تک قائم ہے جب تک ہنگامی صورت حال کی ضرورت موجود ہے۔ اس طرح کی گنجائش دوسرے ممالک کے دساتیر میں بھی موجود ہے جیسے ائرلینڈ کے آئین کی دفعہ ۲۸ اور ہندوستان کے دستور کی دفعہ ۳۵۹ میں اسی طرح

کی صورت حال مذکور ہے۔

پاکستان کے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دساتیر میں بھی ایمرجنسی کے نفاذ کا ذکر موجود ہے جس کے مطابق پہلے بھی پاکستان کے مختلف سربراہان نے ایمرجنسی نافذ کی اور اب موجودہ صدر محمد رفیق تارڑ نے بھی ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء سے ہنگامی حالات کے نفاذ کا اعلان کیا ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں ہنگامی حالات کا ذکر دفعہ ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴ اور ۲۳۵ میں موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

Article 232 :- If a president is satisified that a grave emergency exists in which the security of Pakistan, or any part these of a treated by war or external aggression or by internal disturbance beyound the power of a provincial Government to emergency.

اگر صدر کو یقین ہو کہ زبردست ہنگامی حالت پائی جاتی ہے اور پاکستان کے کسی ایک حصے یا سارے پاکستان کو جنگ شدید خطرہ ہے یا داخلی جھگڑے ایسی صورت حال اختیار کر چکے ہیں کہ انہیں نپٹنا صوبائی حکومت کے بس کی بات نہیں تو وہ ہنگامی حالات کا اعلان کر سکتا ہے۔

آئین کی دفعہ ۲۳۳ میں ہے کہ جب ہنگامی حالات کا اعلان باقاعدہ طور پر ہو چکا ہو تو دفعات ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ اور ۲۴ میں شامل کوئی حصہ ریاست کے ان اختیارات کو پابند نہیں کر سکے گا جو اسے دفعہ ۷ کے تحت حاصل ہوں گے۔ ہنگامی حالات کا اعلان ہوتے ہی صدر مملکت ایک حکم جاری کر سکے گا جس کے ذریعہ عدلیہ کے بنیادی حقوق سے متعلق تمام اختیارات کو معطل کر دے گا۔ باب اول کے دوسرے حصے میں دیئے گئے تمام بنیادی حقوق کو معطل کر دیا جائے گا۔ عدلیہ میں اس سلسلہ میں جاری کاروائی معطل کر دی جائے گی اگر اس کا تعلق بنیادی حقوق یا ان کی خلاف ورزی سے ہوگا۔ تمام بنیادی حقوق ہنگامی حالات میں معطل سمجھیں جائیں گے۔ یہ تعطل پورے پاکستان میں یا پاکستان کے کسی بھی حصے میں قائم ہو سکے گا۔ دفعہ ۲۳۴ میں ہے کہ

اگر صدر پاکستان کو رپورٹ موصول ہو گی یا اسے گورنر مطلع کرے گا کہ صوبے کی انتظامی صورت حال تسلی بخش نہیں ہے اور وہ یقین کرے گا کہ صوبہ میں انتظامی مشینری آئین کے مطابق نظم و نسق چلانے کے قابل نہیں رہی تو بھی صدر پاکستان ایسی شقیں نافذ کر سکے گا۔ جنہیں وہ ضروری سمجھے گا تاکہ ہنگامی حالات کے اعلان کے مقاصد پورے ہو سکیں۔ آئین پاکستان کی دفعہ ۲۳۵ میں ہے کہ:

اگر صدر کو ملک کے معاشی حالات دیکھتے ہوئے یقین ہو کہ پاکستان میں معاشی زندگی، مالی استحکام یا پاکستان میں کریڈٹ کو کوئی شدید خطرہ درپیش ہے تو وہ صوبوں کے گورنروں یا کسی ایک صوبہ کی صورت میں متعلقہ صوبے کے گورنر کے ساتھ مشورے کے بعد مالی لحاظ سے ہنگامی حالات کا اعلان کر سکے گا۔ اس اعلان کے جاری ہوتے ہی وفاقی حکومت کی انتظامی مشینری کا دائرہ کار وسیع ہو جائے گا۔ تاکہ مخصوص مالیاتی اصولوں پر صوبوں یا صوبے میں عمل کیا جاسکے۔ صدر ملک کی معاشی زندگی کے مفاد کیلئے جو ہدایات بھی چاہے گا تمام صوبوں یا صوبے کو جاری کر سکے گا تاکہ مالی استحکام پیدا کیا جاسکے۔

ان آئینی اختیارات کے پیش نظر صدر پاکستان اپنے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کرکے اپنے شہریوں کے محدود وقت کیلئے بنیادی حقوق معطل اور ہنگامی قانون سازی کر سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آئین کی یہ شقیں اور صدر پاکستان کا یہ دستوری اختیار اور اقدام شرعاً کس حد تک جائز ہے؟

بنیادی حقوق کا تعطل

حقوق انسانی صدیوں سے انسانیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ہر دور میں انسانی حقوق معطل کیے گئے سب سے پہلے قابیل نے ہابیل کا گلا دبا کر انسانی حقوق کے غصب کا اعلان کیا۔ اس کے بعد کبھی انسانی حقوق آتش کدہ نمرود میں جلتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی انسانی حقوق کی لاش دریائے نیل میں بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کبھی انسانی حقوق دربار جمشیدی میں رقص مذبوحی کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی انسانی حقوق کی لاش ہندوستان میں ستی کی چِکھا پر سلگتی آتی ہے کبھی عرب کی سرزمین پر زندہ درگور کی جاتی ہے اور کبھی آتش زرتشت کے اکھاڑے میں انسانی حقوق کی لاش نوچی جاتی ہے۔ کبھی فاش ازم کے مذبحہ میں انسانیت کی کھال کھینچی جاتی ہے اور کبھی نازی ازم کی بمباری سے انسانی حقوق کو دبانے والے موجود ہوتے ہیں۔

یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے مستقل طور پر انسانی حقوق کو معطل کیا اور انسانی حقوق کے غصب کے پیچھے اجتماعی ترجیحات کی بجائے ذاتی مفادات کار فرما تھے ایسے لوگ قرآن مجید کی اصطلاح میں ظالم قرار پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ایسے ظالموں کے لئے ان کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزاؤں کا اعلان فرمایا ہے۔ جیسے حق زندگی سے محروم کرنے والے کے متعلق فرمایا گیا کہ اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ زنا کے ذریعے سے کسی کے حق عزت کو تباہ کرنے والے کیلئے ۱۰۰ کوڑے یا رجم کی سزا کا اعلان کیا گیا۔ اسی طرح بنیادی حقوق کے تعطل کی دو قسمیں ہوں گی۔

اول: مستقل تعطل

دوم: عارضی تعطل

مستقل تعطل

مستقل تعطل سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے بنیادی حقوق کو مستقل طور پر کسی سبب کے بغیر معطل کردے ایسا کرنے کی شریعت اسلامیہ کسی صورت میں اجازت نہیں دیتی۔ اسلام کی نظر میں ایسا شخص ظالم ہے اور جس طرح کا وہ حق معطل کرے گا اس کے مطابق سزا کا وہ مستوجب ہوگا۔

قرآن مجید میں بنیادی حقوق کی مستقل معطلی کا ایک سبب جرم بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص جس طرح کا جرم کرے گا سزا کے طور پر وہ اسی حق سے محروم کیا جاسکتا ہے اور کیا جائے گا جیسے قاتل عمد کے حق زندگی کو معطل کرنا۔ اس کے قاتل ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کو اکٹھا کرکے تخریب کاری کرتا ہے یا لوگوں میں اختلاف پیدا کرتا ہے تو اس کو حق آزادی رائے اور حق اجتماع سے محروم کیا جاسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص ڈاکہ زنی اور عمومی فساد کی وجہ سے لوگوں کے حقوق کو غصب کرتا ہے اسے خود کو بھی کئی حقوق سے محروم کرنا پڑتا ہے۔

عارضی تعطل

بنیادی حقوق کے عارضی تعطل سے مراد یہ ہے کہ سر براہ حکومت اجتماعی مفاد کی خاطر لوگوں کو عارضی طور پر بنیادی حقوق سے محروم کردے چونکہ ایسا اجتماعی مفاد کی خاطر ہوتا ہے لہذا ایسا کرنا شرعا جائز ہے۔ عارضی تعطل سے مراد ان بنیادی حقوق کا تعطل ہے جن پر انسانی زندگی کا انحصار نہیں ہوتا کیونکہ بنیادی حقوق انسانی دوطرح کے ہوتے ہیں۔

اول: وہ بنیادی حقوق جن کا تعلق انسان کی زندگی کی بقا سے ہوتا ہے ان کا تعطل عارضی طور پر بھی جائز نہیں۔

دوم: وہ بنیادی حقوق جن کا تعلق انسان کی زندگی کی بقا سے نہیں جیسے آزادی تحریر و تقریر، آزادی اجتماع اور حق سکونت و نقل مکانی وغیرہ۔ ان حقوق کو اجتماعی مفاد کی خاطر محدود وقت کیلئے معطل کیا جاسکتا ہے۔ اب ان حقوق کے عارضی تعطل کے شرعی جواز کے متعلق تحریر کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید اور بنیادی حقوق کا تعطل

اسلام میں سر براہ مملکت زمین پر اللہ تعالی کا نائب ہوتا ہے جو اللہ تعالی کے قانون کو اس کے بندوں پر نافذ کرتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں اس کو اولی الامر قرار دے کر اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم(۲۵)

اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر یعنی حاکم وقت کی اطاعت کرو۔

اس کے علاوہ سربراہ حکومت کیلئے قرآن مجید یہ لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ امور سلطنت باہمی مشاورت سے طے کریں۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ اور سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۳۸ میں ہے کہ اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کیے جائیں۔

لہذا ایک سربراہ مملکت جب باہمی مشاورت سے اجتماعی مفاد اور مصلحت عامہ کے پیش نظر اپنے شہریوں کے ان بنیادی حقوق کو جو انسانی زندگی کی بقا سے متعلق نہیں معطل کرے تو اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

احادیث رسول ﷺ اور بنیادی حقوق کی معطلی

حضور اکرم ﷺ کی احادیث سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ سربراہ حکومت کسی مصلحت کے پیش نظر اپنی رعایا کے محدود وقت کیلئے بنیادی حقوق معطل کرسکتا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے متعدد ایسے ارشادات فرمائے جن میں سربراہ حکومت کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ حضرت ام الحصینؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

ان امر علیکم عبد حبشی مجدع فاسمعوالہ واطیعوا مااقام فیکم کتاب اللّٰہ عزوجل(۲۶)

(ترجمہ) اگر تم پر کوئی نکٹا حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

ایسے ارشادات کے علاوہ آپ کی سیرت طیبہ دیکھنے سے بھی یہ واضح ہوتا ہے۔ آپ نے خود بھی اجتماعی ضروریات کے پیش نظر لوگوں کے بعض حقوق محدود وقت کیلئے معطل کیے جیسے آپ نے ہجرت کے بعد کچھ عرصہ کیلئے مسلمانوں کے حق سکونت کو معطل کیا۔۔ حق سکونت سے مراد وہ حق ہے جس میں کسی ریاست کا کوئی شہری اپنے ملک میں جہاں چاہے آزادانہ رہائش اختیار کرسکتا ہے۔ اس پر یہ پابندی نہیں عائد کی جاسکتی کہ وہ ضرور کسی ایک مقام پر سکونت اختیار کرے۔ اس حق کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح فرمایا گیا۔

الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا(۲۷)

(ترجمہ) کیا تمہارے لئے اللہ کی زمین وسیع نہیں ہے۔ پس تم اس میں نقل مکانی کرو۔

اسلام کی طرف سے دیے گئے اس حق آزادی نقل مکانی کے باوجود ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ایسے نو مسلموں کو جو بالخصوص اپنے قبیلوں سے الگ ہو کر اسلام قبول کرتے یہ حکم دیا جاتا کہ وہ صرف مدینہ منورہ میں ہی سکونت اختیار کریں۔

اس حق سکونت کو معطل کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے:

"اس وقت اہل مدینہ کو مشرکین مکہ کی طرف سے یہ تنبیہ کی گئی کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کردیں یا انہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں ورنہ ان کی طرف سے سخت کاروائی (یعنی جنگ) کی جائے گی۔ اس زمانے میں مدینہ کی آبادی کم و بیش دس ہزار افراد پر مشتمل تھی جس میں انصار و مہاجرین سب مل کر ۵۰۰ بنتے تھے۔ ان حالات میں مدینہ میں مسلمانوں کی آبادی بڑھانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ نو مسلموں کے حق سکونت اور حق آزادی نقل مکانی کو معطل کردیا جائے۔ نیز ان پر یہ لازم کردیا جائے کہ وہ لازماً مدینہ میں سکونت اختیار کریں۔ چنانچہ سات سال تک ان لوگوں کا یہ حق معطل رکھا۔ جب اسلام پورے عرب میں پھیل گیا تو آپ نے ان لوگوں کیلئے حق سکونت و آزادی نقل مکانی کو بحال کردیا۔ جس کی بنا پر وہ لوگ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں جاسکتے تھے۔(۲۹)

اسی طرح انسانی بنیادی حقوق میں ایک حق تحفظ ملکیت کا حق ہے۔ حقوق ملکیت استعمال و تصرف کے حق، سرمایہ کاری کا حق، انتقال ملکیت اور تحفظ ملکیت کے حقوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس حق کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہوا:

ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل(۳۰)

(ترجمہ) تم باطل طریقوں سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔

مسند احمد جلد اول صفحہ نمبر ۱۸۹ پر حق ملکیت کے تحفظ کے بارے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے:

من ظلم من الارض شبراً فانہ یطوقه من سبع ارضین

جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین بھی ناحق لے گا اسے زمین کے ساتویں طبقے تک دھنسایا جائے گا۔

فرد کے اس حق ملکیت کے باوجود حکومت کو اگر کسی کی ذاتی ملکیت اجتماعی مفاد کے تحت اپنے قبضہ میں لینے کی ضرورت پڑ جائے تو مناسب معاوضہ ادا کرکے اسے حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی دوسرا شخص کسی سے زبردستی ذاتی ملکیت لینا چاہے تو جب تک مالک رضامند نہ ہو وہ نہیں لے سکتا اور اگر کوئی زبردستی لینے کی کوشش کرے تو یہ حق ملکیت میں مداخلت تصور کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بعض ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے فرد کی شخصی ملکیت کو اجتماعی مفاد کی خاطر حاصل کیا جیسے مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے مدینہ منورہ میں آپ نے جس جگہ کا انتخاب فرمایا وہ جگہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ آپ نے اجتماعی مقصد کیلئے وہ جگہ لے لی اور انہیں اس وقت کی معروف قیمت کے برابر قیمت ادا کی۔ تاریخ طبری میں ہے:

"ان رسول اللّٰہ اشتری موضع مسجده ثم بناه"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی جگہ کو قیمتاً خریدا اور پھر اس مقام پر مسجد تعمیر کی۔

آج بھی تمام حکومتیں اس اختیار کو استعمال کرتی ہیں پاکستان میں بھی بہت سے قومی منصوبوں میں عوام کی جگہ کو استعمال میں لایا گیا۔ پاکستان موٹروے جو نومبر ۱۹۹۷ء میں عوام کے لئے کھول دی گئی کی تعمیر میں عوام کی ہزاروں ایکٹر زمین قومی استعمال میں لائی گئی۔

اگر حکومت یا سربراہ مملکت کو یہ بنیادی حق معطل کرنے کا اختیار نہ ہو تو ملکی ترقی میں بے شمار رکاوٹیں پیدا ہوجائیں۔

ایک اور موقع پر جہاں آپ ﷺ نے فرد کی ملکیت کو اس کی ماقبل اجازت کے بغیر قومی و اجتماعی مفاد کیلئے استعمال کیا غزوہ حنین ہے۔

جنگ حنین کے موقع پر آپ نے صفوان بن امیہ(۳۱) سے زرہیں حاصل کیں اس پر اس نے کہا:

اغصباً یا محمد قال بل عارية مضمونة حق نؤديها اليک قال ليس هذا بأس (۳۲)

اے محمد ﷺ کیا یہ زرہیں غصباً یعنی بلامعاوضہ لی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ مستعار ہیں۔ جو ان میں ضائع ہوجائیں گی ان کا معاوضہ دیا جائے گا۔ اس نے کہا پھر کوئی بات نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی اس سیرت طیبہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سربراہ حکومت، اپنی رعایا میں کسی کے حق کو وقتی طور پر اور مستقل طور معطل کرکے اجتماعی مفاد کیلئے استعمال میں لاسکتا ہے۔ اور اجتماعی مفاد کیلئے فرد کے حق کو معطل بھی کرسکتا ہے۔

خلفائے راشدین اور بنیادی حقوق کا تعطل

اثر صدیقی: حضور اکرم ﷺ کی سنت کے علاوہ خلفائے راشدین کے عمل سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ دینی مصلحتوں اور اجتماعی مفاد کیلئے بنیادی حقوق کو معطل کیا جاسکتا ہے۔ جیسے حدود و قصاص کے علاوہ کوئی حاکم کسی مجرم کو ایسی سزا نہیں دے سکتا جسے ظالمانہ سزا کہا جاسکتا ہو۔ ظالمانہ سزاؤں سے

بچنا بنیادی حقوق میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں اس حق کا ذکر اس طرح کیا گیا:

لا تظلمون ولا تظلمون (۳۳)

نہ تم ظلم کیا کرو۔ نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

ظالمانہ سزاؤں میں سے ایک سزا کسی مجرم کو آگ میں زندہ جلانا ہے۔ زندہ انسان کو جلانے سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم فلاں فلاں (۳۴) کو پاؤ تو ان دونوں کو آگ میں جلا دو۔ جب ہم چلنے لگے تو آپ نے پھر فرمایا کہ میں نے تمہیں فلاں فلاں کو آگ میں جلانے کو کہا ہے۔ ایسا نہ کرنا کیونکہ آگ میں جلانا اللہ کا عذاب ہے۔ اگر تم ان کو پاؤ تو انہیں قتل کر دینا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان النار لا یعذب بھا الا اللہ (۳۵)

بے شک آگ سے صرف اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہ، ابراہیم نخعی سفیان، ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔ کہ کسی بھی جرم میں انسان کو زندہ جلانا ممنوع ہے۔ جب کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو کسی کو زندہ جلائے صرف اس کو جلا دینا جائز ہے۔ (۳۶)

اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں بعض باغیوں اور مرتدین کو آگ میں جلانے کا حکم دیا (۳۷)

اسی طرح حضرت علیؓ کے پاس بعض زندیق لائے گئے تو آپ نے انہیں بھی جلا دیا (۳۸)

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے محشی علامہ احمد علی سہارنپوری لکھتے ہیں:

آپ کا یہ اقدام اجتماعی اقدام ہے اور آپ نے ان کا یہ حق مصلحت اور تمام مفسدین کو زجر و توبیخ کرنے کیلئے معطل کیا (۳۹)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کا یہ عمل اس بات کو واضح کرتا ہے کہ صرف اجتماعی مصلحت کی خاطر بھی لوگوں کے حقوق کو معطل کیا جا سکتا ہے۔

آثار فاروقیؓ: حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں بعض مواقع پر ناگزیر حالات میں لوگوں کو بعض انسانی بنیادی حقوق سے محروم کیا۔ جن حقوق کو آپ نے معطل کیا ان میں سے ایک حق حق ملکیت اور آزادی پیشہ کا حق ہے۔

اس حق سے مراد یہ ہے کہ شہری حدود میں رہ کر اسلامی ریاست کا کوئی شہری کسی بھی شعبہ معاش میں سرمایہ کاری کرسکتا ہے۔ جائز ذرائع معیشت میں سے کسی ذریعہ پر حاکم وقت پابندی عائد نہیں کرسکتا۔ ارشاد ہوتا ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل(۴۰)

(ترجمہ) تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔(جبکہ جائز ذرائع معیشت میں تمہیں آزادی ہے)

اس آزادی پیشہ کے حق کو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں اس طرح معطل کیا کہ جب آپ نے تمام اہل عرب کے وظائف مقرر کیے تو آپ نے انہیں حق ملکیت زمین اور زراعت کے پیشہ سے روک دیا۔ اس ضمن میں علامہ طنطاوی جوہری نے لکھا ہے۔

فلما کثرت الاموال فی ایام عمر وضع الدیوان فرض الرواتب للعمال والقضاة ومنع اذخارالمال وحرم علی المسلمین اقتناع الضیاع والزراعة والمزارعة دون ارزاقهم وارزق عیالهم تدفع لهم من بیت المال(۴۱)

جب حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مال زیادہ ہوگیا تو باقاعدہ رجسٹر مرتب کیے گئے لوگوں کے وظیفے مقرر ہوئے۔ ،علماء وقضاۃ کی تنخواہیں مقرر ہوئیں۔ لہذا انہیں سرمایہ جمع کرنے، زمین رکھنے، کاشتکاری کرنے اور دوسروں سے کاشتکاری کرانے سے روک دیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ لوگوں کے بال بچوں تک وظیفے سرکاری خزانے سے مقرر کردیئے تھے۔

امام ابویوسف نے کتاب الخراج کے صفحہ نمبر ۲۵ تا۲۹ میں شام وعراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کی اختیار کردہ اس پالیسی پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک جماعت کا مطالبہ یہ تھا کہ مفتوحہ زمینیں فاتحین کو بطور جاگیر دے دی جائیں لیکن آپ نے بعض قومی مصالح کی بنا پر ان میں زمینیں تقسیم کرنے سے انکار کردیا۔ آپؓ نے یہ رائے دی کہ زمینوں کو سرکاری ملکیت قرار دیا جائے اور سابق مالک ہی انہیں کاشت کریں اور کاشتکاروں پر خراج عائد کردیا اجائے آپ نے مصر کی زمینیں بھی ان کے اصل (غیر مسلم) مالکوں کے پاس ہی رہنے دیں اور ان کو مسلمانوں کے قبضے سے بچانے کیلئے یہ قانون بنادیا کہ کوئی مسلمان خرید کر بھی زمین حاصل نہیں کرسکتا ۔ کئی صدیوں تک آپ کا یہ قانون جاری رہا۔(۴۱۔الف)

علامہ محمد تقی امینی لکھتے ہیں کہ ممانعت کا یہ قانون اس قدر سخت تھا کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا تو اس کی تمام غیر منقولہ جائیداد ضبط کرکے غیر مسلموں میں تقسیم کردی جاتی اور نو مسلم کا

سرکاری خزانہ سے وظیفہ جاری کردیا جاتا(۴۲)
حضرت عمر فاروقؓ کے اس اقدام کے متعلق شبلی نعمانی نے لکھا ہے:

آپ نے فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیے کہ لوگوں کے روزینے مقرر کردیئے گئے ہیں اس لئے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے۔ یہ حکم اس قدر سختی سے دیا گیا کہ شریک عطفی نامی ایک شخص نے مصر میں زراعت کی تو آپ نے اسے بلا کر اس کا مواخذہ کیا اور فرمایا کہ میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو(۴۳)

علامہ شبلی مزید لکھتے ہیں کہ رومیوں کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد کچھ رومی تو اس علاقے سے نکل گئے اور کچھ رہ گئے۔ جو رومی وہاں رہ گئے ان کے قبضے سے بھی ان کی ملکیت کی زمین نکال لی گئی۔ اس کے بعد آپ نے یہ زمین مسلمان فوجی افسروں کو دینے کی بجائے اس علاقے کے باشندوں کے حوالے کردی۔ اور قاعدہ بنا دیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہوسکتے بلکہ ان کے مالکان سے قیمتاً بھی خرید نہیں ہیں سکتے۔ چنانچہ لیث بن سعد نے مصر میں کچھ زمین خریدی تو مالک اور نافع بن یزید نے ان پر سخت اعتراض کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اہل عرب کے وہ جوان جوان ممالک میں پھیل گئے تھے ان کیلئے بھی زراعت کی ممانعت کردی(۴۴)

حضرت عمر فاروقؓ کی یہ پابندیاں بنیادی حقوق کے خلاف تھیں لیکن آپ نے یہ پابندیاں اجتماعی مفاد کے پیش نظر عائد کیں۔ ان حقوق کی معطلی کی وجوہ بیان کرتے ہوئے علامہ شبلی نے لکھا ہے:

"حضرت عمر فاروقؓ کے ایسا کرنے سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ آپ نے غیر قوموں کے ساتھ انصاف کرنے میں اپنی قوم کی حق تلفی کی یعنی ان کو زراعت وفلاحت (کاشتکاری) سے روک دیا درحقیقت اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ عرب قوم کے اصلی جوہر دلیری، بہادری، جفا کشی، ہمت اور عزم اس وقت تک قائم رہے جب تک وہ کاشتکاری اور زمینداری سے الگ رہے جب سے انہوں نے کاشتکاری شروع کی اس دن سے ان میں یہ تمام اوصاف ختم ہونا شروع ہوگئے(۴۵)

بقول منور حسین چیمہ آپ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا:

۱۔ زمین کاشت کرنے کا اصل حقدار صاحب زمین ہی ہے بہتر پیداوار کے حصول کے لئے زمین اس کے اصل مالک کے پاس ہی رہنی چاہیے۔

۲۔ بہت زیادہ وسیع رقبے کا مالک زمین سے وہ فوائد حاصل نہیں کرسکتا جو چھوٹے رقبے کا مالک محدود زمین سے محنت کرکے حاصل کرتا ہے۔

۳۔ اگر مفتوحہ اراضی فاتحین کے درمیان تقسیم کردی گئیں تو یہ وسیع وعریض رقبہ چند ہاتھوں میں محدود ہوجائے گا اور اس طرح حکومت کو محاصل وخراج میں خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

۴۔ مفتوحہ اراضی فاتح جرنیلوں میں تقسیم کرنے سے امت میں اغنیا آکا ایک بڑا طبقہ پیدا ہوجائے گا اور اس سے ان کے مزاج اور عادات میں خلل واقع ہوگا۔

۵۔ فوج کا فریضہ زراعت اور کاشتکاری نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے(۴۵۔الف)

مولانا محمد تقی امینی نے ان حقوق کی معطلی کی وجہ یہ بیان کی کہ حضرت عمر فاروقؓ دراصل مسلمانوں میں ایسی جماعت برقرار رکھنا چاہتے تھے جس کا مقصد جان و مال کی قربانی کرکے دوسروں کیلئے رحمت کا ماحول پیدا کرنا ہو۔ یہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک ان کے دلوں سے ذاتی منفعت اور عیش وعشرت کے بت نہ نکالے جاتے۔

عام طور پر یہ ہوتا کہ بااقتدار جماعت میں جب کوئی فرد داخل ہوتا ہے تو اس کو ہر قسم کی جائز اور ناجائز رعایتیں دی جاتی ہیں اور اس کی زیادتیوں پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور اسے اتنی چھوٹ ملتی ہے کہ دوسروں کی حق تلفی کرکے خود عیش کرے۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اس خیال کو ختم کرنے کے لئے اسلامی جماعت میں داخل ہونے والے ہر شخص سے اللہ کیلئے ہر چیز وقف کردینے کا عہد لیا جاتا اور خود اپنی خواہشات کو فنا کرکے دوسروں کی بقا کا سامان فراہم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا۔ لہذا اسلامی حکومت مسلمانوں کی زمین و جائیداد میں اپنے اختیارات دوسروے لوگوں کی نسبت زیادہ استعمال کرتی ہے۔(۴٦)

اجتماعی مفاد کیلئے افراد کے حقوق میں سے کسی حق کو معطل کرنے کا یہ وہ اصول ہے جس پر نہ صرف حضرت فاروق اعظمؓ نے عمل کیا بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اپنے عہد خلافت میں اس اصول کو باقی رکھا۔ چنانچہ جوہری نے لکھا ہے:

واید هذه القاعده عمر بن عبدالعزیز وکان یتحدی ابن الخطاب لکل خطواته(۴۷)

یعنی حضرت عمر فاروقؓ کے اس قانون کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی نافذ کیا اور حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں جو ذمی یا غیر مسلم اسلام قبول کرتا اس سے لئے یہ قانون نافذ تھا:

ایما الذمی اسلم فان اسلام یحر زلانفسه وماله وماکان من ارضی فانها من فئی

الله علی المسلمین ایما قوم صالحوا علی جزیة یعطوها فمن اسلم فمنهم کانت داره وارضه لبقیتهم(۴۸)

جو ذمی اسلام قبول کرے اس کی جان اور اموال منقولہ محفوظ رہیں گے لیکن اموال غیر منقولہ مسلمانوں کیلئے اللہ کی فئے(۴۹) ہوجائیں گے جس قوم نے جزیہ ادا کرنے پر مصالحت کی ان کی ہر قسم کی جائیداد ان کو دی جائے گی لیکن ان میں سے جو کوئی اسلام لے آیا تو اس کا گھر اور زمین (غیر منقولہ جائیداد) اس قوم کے باقی لوگوں میں تقسیم کردی جائے گی۔

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مسلمانوں کو غیر منقولہ جائیداد کی اس حق ملکیت سے محروم کرنے کی حدیث رسول اللہ ﷺ میں کوئی سند نہیں ملتی بلکہ اس کے برعکس ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

"ان القوم اذا اسلموا احرزوا اموالهم ودماء هم(۵۰)

(ترجمہ) جب کوئی قوم اسلام قبول کرتی ہے تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیتی ہے۔(حدیث کا پس منظر حاشیہ پر ملاحظہ کریں(۵۱)

ایک اور حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، میں آپ نے فرمایا:

"امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لااله الا الله وان محمد رسول اللهویقیمواالصلوة ویوئواالزکاة فاذافعلوا ذلک عصموا منی دماء هم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی الله(۵۲)

(ترجمہ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر نماز قائم کریں، زکواۃ دیں۔ جب وہ یہ اعمال بجالائیں تو میری طرف سے ان کے مال اور ان کی جانیں محفوظ ہیں سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

حضور ﷺ کی انہی احادیث کے پیش نظر قاضی ابو یوسف (م۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں لکھا ہے۔

"فان دماءهم حرام وما اسلموا علیه من اموالهم فلهم وکذلک ارضهم لهم وهی ارضی عشر"(۵۳)

زمین کے جو باشندے اسلام قبول کرلیں ان کا خون حرام ہے۔ قبولیت اسلام کے وقت جو مال ان کے

پاس ہوگا وہ انہی کا رہے گا ایسے ہی ان کی زمین ان ہی کی رہے گی اور وہ زمین عشری ہوگی۔

لہذا وہ حقوق جن کا اثبات قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور آئمہ فقہاء کے اقوال سے ہوتا ہے ان حقوق کو حضرت عمر فاروقؓ نے اجتماعی اور اعلیٰ مقصد کے حصول (اھل عرب میں جفاکشی اور بہادری کے جوہر کو قائم رکھنا اور مسلمانوں میں اپنی خواہشات کا خاتمہ اور دوسروں سے ہمدردی اور ان کی بقا کا خیال رکھنا اور دیگر اعلیٰ مقاصد کے حصول) کیلئے معطل کیا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سربراہ حکومت اگر افراد کے حقوق میں سے کسی حق یا بعض حقوق کو اجتماعی مفاد اور اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے کچھ وقت کیلئے معطل کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ اس کے اختیار میں ہے۔

حق نکاح کا تعطل

حضرت عمر فاروقؓ نے اعلیٰ مقصد کے حصول اور برائی سے اجتناب کےلئے اپنے عہد خلافت میں حق نکاح کو بھی معطل کیا۔

حق نکاح سے مراد یہ ہے کہ اسلام مسلمان مردوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مسلمان اور اہل کتاب (یہودی وعیسائی) عورتوں میں سے جس سے چاہیں نکاح کرسکتے ہیں۔ اس حق نکاح کا ذکر سورۃ نساء میں اس طرح کیا گیا:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء (۵۴)

(ترجمہ) پس تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت اس طرح دی گئی:

"والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتو الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن (۵۵)

ترجمہ: اور تمہارے لیے مومنہ اور کتابیہ پاکدامن عورتیں حلال کی گئیں ہیں جب کہ تم ان کا مہر ادا کرو اور بیوی بناؤ۔

ان آیات کی روشنی میں مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ وہ مسلمان عورتوں کے علاوہ یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں۔ اسی حق نکاح کی بنا پر حضرت عثمان بن عفانؓ نے نائلہ بنت الکلبیہ سے نکاح کیا جو کہ عیسائی تھیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے شام کی یہودی عورت سے نکاح کیا (۵۶)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس حق نکاح کو معطل کیا چنانچہ اس ضمن میں امام محمد (م ۱۸۹ھ) نے لکھا ہے:

حضرت حذیفہ بن ایمانؓ کو حضرت عمر فاروقؓ نے مدائن کا عامل مقرر کیا تو آپ نے وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کیا جب اس کی اطلاع امیر المومنین کو ہوئی تو آپ نے حضرت حذیفہؓ کو اس سے علیحدگی کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر حضرت حذیفہ نے آپ کو لکھا کیا اہل کتاب سے نکاح حرام ہے۔ اس پر آپ نے جواب دیا:

فانی اخاف ان یقتدیک المسلمون فیختار نساء اھل الذمه لمجمالھن وکفی بذلک فتنةلنساء المسلمین(۵۸)

میں اس بات کا خوف محسوس کرتا ہوں کہ اس معاملے میں دوسرے مسلمان تمہاری اقتدا کریں گے اور ذمیوں (اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری) کی عورتوں کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے اختیار کریں گے۔ یہ بات مسلمان عورتوں کےلئے باعث فتنہ ہوگی۔

امام ابوبکر جصاص (م۳۷۵ھ) نے حضرت عمر فاروقؓ کی یہ توجیہہ نقل کی:

"ولکن اخاف ان تواقعوا المومسات فنھن"(۵۹)

(میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حرام تو نہیں کہتا) لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے۔

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے مسلمان عورتوں میں فتنہ انگیزی سے بچاؤ اور بدکار عورتوں سے تحفظ کے پیش نظر حضرت حذیفہ بن الیمان کو کتابیہ عورت کے ساتھ حق نکاح سے محروم کیا۔

حدوداللہ کے نفاذ میں تاخیر

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ناگزیر حالات کے باعث اعلیٰ مقاصد کے حصول اور فتنہ وفساد سے تحفظ کے پیش نظر نہ صرف افراد کے بنیادی حقوق کو معطل کیا بلکہ آپ انہی مقاصد کے پیش نظر حدودالہی کو بھی کچھ وقت کیلئے معطل کیا حالانکہ ان حدود کے قیام کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا اور حدود الہی کے قیام کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے۔ علامہ ابن قیم (م۷۵۱ھ) نے حضرت علی المرتضیٰؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"فان اقامة الحد من العبادات کا لجھاد فی سبیل اللّٰہ"(۶۰)

حدود کا قائم کرنا عبادات میں داخل ہے اور ان کا قائم کرنا ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

مخصوص حالات میں حدود کی معطلی کے بارے حضور اکرم ﷺ سے بھی ارشادات منقول ہیں چنانچہ

حضرت بسر بن ارطاۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدود کے نفاذ میں تاخیر کے بارے میں فرمایا:

"لا تقطع الایدی فی الغزو"(٦١)

(ترجمہ) جنگ میں میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تقطعوا الایدی فی السفر"(٦٢)

بسر بن ارطاۃ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حالت سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ایک بار قحط پڑ گیا۔ آپ نے اس دور میں چوری کی حد کو موقوف کردیا۔ چنانچہ امام عبدالرزاق (۲۱۱ھ) نے حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"لا یقطع فی عذق ولاعام السنة"(٦٣)

اس درخت کا پھل لے لینے میں جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور قحط کے دنوں میں بطور حد چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

حضورا کرم ﷺ کے ارشادات اور حضرت عمر فاروقؓ کے اس عمل سے واضح ہوتا ہے کہ جب اجتماعی مفاد اور ناگزیر حالت میں حدود الہی کو موخر کیا جاسکتا ہے تو انہی مقاصد کے پیش نظر انسانوں کے بنیادی حقوق کو محدود وقت کیلئے معطل کیوں نہیں کیا جاسکتا۔

خلفائے راشدین کا عمل وہ عمل ہے جس کا شریعت میں تشریعی لحاظ سے بہت بڑا مقام ہے اور ان کی اتباع کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا:

"علیکم بسنتی وسنة الخلفائے الراشدین"(٦٤)

(ترجمہ) تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

فقہی اصول اور بنیادی حقوق کا تعطل

فقہی اصولوں سے مراد وہ قواعد وضوابط ہیں جو آئمہ فقہاء نے قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دین اسلام پر بہتر سے بہتر طریقوں پر عمل کرنے کیلئے وضع کیے۔ لہذا اب ان فقہی قواعد وضوابط کی روشنی میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ سربراہ حکومت کی طرف سے ایمرجنسی کے نفاذ کی کیا شرعی حیثیت ہے۔

ا ان قواعد وضوابط سے قبل مشہور اصولی عالم علامہ ابواسحاق ابراھیم شاطبی (م۱۲۸۸ء) نے شریعت اسلامیہ کے جن مقاصد کو نقل کیا ہے تحریر کیے جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"تكاليف الشرعية ترجع الى حفظ مقاصدهافى الخلق وهذه المقاصد لا تعدوا ثلاثة اقسام. احدها ان تكون ضرورية والثانى ان تكون حاجية والثالث ان تكون تحسينية" (٦٥)

تکالیف یا کلیات شرعیہ اپنے مقاصد کی حفاظت کے لئے مخلوق کی طرف راجح ہوتے ہیں اور یہ مقاصد تین قسم کے ہیں اول: ضروریات، دوم: حاجیات، سوم: تحسینات

یعنی شریعت اسلامیہ کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

۱۔ مقاصد ضروریہ ۲۔ مقاصد حاجیہ ۳۔ مقاصد تحسینیہ

مقاصد ضروریہ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

فاما الضرورية فمعنا ها انها لا بدمنها فى قيام مصالح الدين والدنيا بحيث اذا فغذت لم تجر مصالح الدنيا على استقامة بل على فساد وتهادج وفوة حياة.... (٦٥)

ضروری مقاصد سے مراد وہ مقاصد ہیں جو دین اور دنیا دونوں کے امور کے قیام کے لئے لازمی ہیں اگر یہ مقاصد پورے نہ ہوں تو دینا کے امور استقامت کے ساتھ جاری نہیں رہ سکتے بلکہ دنیا میں فتنہ وفساد پیدا ہوجائے اور زندگی تباہ ہو کر رہ جائے۔

ان مقاصد کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابراہیم شاطبی لکھتے ہیں:

ومجموع الضروريات خمسة ، حفظ الدين والنفس والنسل والمال ، والعقل وقد قالوا انها مراعاة فى كل ملة. (٦٧)

اسلامی شریعت کے ضروری مقاصد مجموعی طور پر مندرجہ ذیل پانچ ہیں:

۱۔ حفظ دین ۲۔ حفظ جان، (۳۔ حفظ نسل،
(۴۔ حفظ مال، ۵۔ حفظ عقل،

اسلامی شریعت قرآن وحدیث کی روشنی میں ان پانچوں حقوق کے تحفظ کی مکمل ضمانت دیت ہے۔ قرآن وحدیث میں مذکور تمام بنیادی حقوق انہی مقاصد ضروریہ کی تفصیلات ہیں۔

اب ان فقہی اصولوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے ایمر جنسی کے نفاذ کا جواز ملتا ہے۔

نظریہ ضرورت

نظریہ ضرورت سے مراد یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے اضطراری اور مجبوری کی حالت میں حرام چیزوں کا استعمال محدود حد تک جائز ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے نظریہ ضرورت کا استدلال کیا

جاتا ہے۔

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه(٦٨)

(ترجمہ) بے شک تم پر حرام کردیا گیا ہے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر (بوقت ذبح) اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔ پس جو کوئی بے اختیار ہوجائے تو وہ نہ نافرمانی کے ارادے سے اور نہ ضرورت سے زائد استعمال کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت کے پیش نظر فقہاء نے یہ اصول وضع کیا:

الضرورات تبیح المحظورات(٦٩)

ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کردیتی ہیں۔

حضورا کرم ﷺ خود شارع تھے ۔ حلال اور حرام کرنے کا اختیار اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ اعراف میں ہے:

ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث(٧٠)

ترجمہ: وہ رسول تمہارے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا گیا:

مااتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهو(٧١)

(ترجمہ) یہ رسول جو آپ کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

اس حیثیت کے باوجود آپ نے اس نظریہ پر عمل کیا جس کی صورت یہ تھی کہ آپ نے قربانی واجب ہوتے وقت صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

قربانی کا گوشت تین دن سے زائد تک ذخیرہ نہ کیا جائے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نهی ان نا کل من لحوم نسکنا بعد ثلاث"(٧٢)

قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے ہمیں منع فرمایا:

چونکہ اس وقت قربانی بہت کم مسلمان دیتے تھے اور مسلمان معاشی طور پر بھی کمزور تھے۔ لہذا قربانی کے گوشت کے ذخیرہ سے منع فرمایا تاکہ تمام مسلمان قربانی کا گوشت کھانے میں شریک ہوں۔

جب مسلمانوں میں غربت کم ہوگئی اور زیادہ لوگ قربانیاں دینے لگے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں

کو یہ حق دیا کہ وہ تین دن کے بعد بھی گوشت رکھ سکتے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو یہ حق دیتے ہوئے فرمایا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

"نهيتكم من اجل الدافة التى دفت فكلوا وادخروا وتصدقوا(۴۳)

(ترجمہ) میں نے تم کو ان محتاجوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت گئے تھے۔ اب (قربانی کا گوشت) کھاؤ۔ رکھ لو اور صدقہ دو۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے امت میں فتنہ واختلاف پیدا نہ ہونے کی وجہ سے اپنی ایک خواہش کو پورا نہ کیا۔ جس کا پس منظر یہ ہے۔

بیت اللہ شریف کی تعمیر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی۔ طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر تعمیر کی۔ ان کے بعد قبیلہ جرہم، پھر قوم عمالقہ نے تعمیر کی۔ ان کے بعد قبیلہ قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس وقت حجر اسود کی تنصیب میں حضور اکرم ﷺ نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے۔ ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف۔ ایک داخل ہونے کیلئے اور دوسرا باہر نکلنے کیلئے۔ یہ دونوں دروازے زمین پر تھے۔ نیز آپ نے حطیم کعبہ کو بھی عمارت کعبہ میں شامل کیا۔

قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت دو دروازوں کی بجائے ایک دروازہ بنایا اور اس دروازے کو زمین سے اتنا بلند کردیا کہ آدمی اونچا ہو کر ہاتھ لگا سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ قریش کی اس تعمیر سے دلی طور پر رضامند نہ تھے۔ اس عدم رضامندی کا ذکر آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس طرح فرمایا:

"لولا حداثة عهد قومک بالکفر لنقضت الکعبه ولجعلتها على اساس ابراهيم"(۴۴)

اگر تمہاری قوم نے نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو گرادیتا اور اس کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بنادیتا۔

یعنی آپ ﷺ نے بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر پر اس لئے نہیں بنایا کہ عمارت کعبہ کو گرانے اور تعمیر کی تبدیلی سے اس وقت لوگوں میں اختلاف کا باعث ہوسکتا تھا۔

اسی حدیث کے پیش نظر شارح صحیح مسلم امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی(م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"اذا تعارضت المصالح اوتعارضت المصلحة ومفسدة وتعذر الجمع بين فعل المصلحة وترک المفسده بدى بالاهم"(۴۵)

جب مصلحت اور فساد باہم مقابل ہوں یا مصلحت پر عمل کرنا اور فساد کو ترک کرنا مشکل ہو تو اہم چیز کو پہلے اختیار کیا جائے گا۔

ان دونوں معاملات کا تعلق اگرچہ بظاہر حقوق انسانی سے نہیں ہے لیکن حقوق انسانی سے متعلق فتنہ وفساد سے بچاؤ اور اجتماعی مفاد کا اصول ضرور ملتا ہے کہ بڑے فائدے کی خاطر چھوٹے فوائد کو قربان کر دینا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ اگر حاکم وقت عند الضرورۃ فرد کو حق دے سکتا ہے تو ضرورت کے تحت اس حق کو موخر یا معطل بھی کرسکتا ہے۔

اسی اصول کے تحت معروف مفکر و شارح مجلہ الاحکام العدلیہ محمد اسد کے مطابق غیر معمولی حالات میں بعض اقدامات کی اجازت ہوسکتی ہے۔ غیر معمولی حالات میں بنیادی حقوق معطل کیے جاسکتے ہیں۔ جیسے سخت بھوک کے وقت حرام چیزیں بھی زندگی کو بچانے کیلئے محدود حد تک کھائی جاسکتی ہیں۔ یہ انفرادی نوعیت کی اجازت اجتماعی صورت میں اور بھی اہم ہوجاتی ہیں(۷۶)

حق وصولی زکواۃ میں تعطل

زکواۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے تیسرا اہم بنیادی رکن ہے جس کی ادائیگی کا حکم قرآن مجید میں تقریباً تیس مقامات پر ہوا اور اسلامی ریاست کے سربراہ پر لازم قرار دیا کہ وہ وصولی زکواۃ کا باقاعدہ نظام جلد قائم کریں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الذین ان مکناھم فی الارض اقامواالصلوٰۃ واتواالزکواۃ(۷۷)

(ترجمہ) اگر ہم انہیں زمین مین اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور وصولی و تقسیم زکواۃ کا باقاعدہ نظام قائم کریں گے۔

مستحقین زکواۃ کاذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا:

انماالصدقات للفقراوالمساکین والعاملین علیھا والمولفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل(۷۸)

(ترجمہ) بے شک زکواۃ وصدقات کے مستحقین فقراومساکین، عاملین زکواۃ، مؤلفۃ القلوب، غلاموں کی آزادی مقروض۔ اللہ کے رشتے اور مسافر ہیں۔

ان مستحقین میں سے ایک مستحق مؤلفۃ القلوب ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نومسلم جو اگرچہ صاحب نصاب ہوں لیکن ان کی تالیف قلب (دلجوئی) کےلئے انہیں زکواۃ دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ عہد رسالت میں زکواۃ وصول کرتے رہے۔ اس طرح زکواۃ کی وصولی ان کا حق تھا۔ جو اللہ تعالی نے انہیں عطا کیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں عیینہ بن حفصؓ اور اقرع بن حابسؓ دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے خلیفۃ الرسول ہمارے پاس زمین ہے لیکن وہ کسی قسم کا نفع نہیں دیتی ۔ لہذا ہمیں زکواۃ سے ہمارا حق دیجیئے۔ آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کے نام رقعہ لکھا جس میں آپ نے انہیں زمین کا مشاہدہ کرنے کو کہا۔ جب یہ دونوں حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کا واقعہ سن کر اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا رقعہ دیکھ کر فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم کان یتالفکما والاسلام یومئذقلیل ان اللہ قداغنی الاسلام اذھبا فاجھدا جھد کما لا یرعی اللہ علیکما(٧٦)

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ تم دونوں کی اس وقت تالیف کیا کرتے تھے جب کہ اسلام کمزور تھا اور مسلمان اس وقت تعداد میں کم تھے۔ اب اللہ تعالی نے اسلام کو غنی کردیا تم لوگ جاؤ اور اپنی مالی جدوجہد کرو جیسے اللہ تعالی نے تمہیں وصولی زکواۃ میں کوئی رعایت نہیں دی۔

امام جصاص فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی رائے کے مطابق نومسلموں کا حق تالیف قلب معطل کردیا۔(٧٩-الف) اس پر کسی صحابی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اس طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب کے متعلق سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ آپ نے سال گزرنے سے پیشتر زکواۃ کی جلد ادائیگی کے متعلق حضورا کرم ﷺ سے پوچھا۔فرخص لہ فی ذلک(٨٠) آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دی۔

اس حدیث کے تحت امام محمد بن علی بن محمد شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

وللامام ان یوخر علی وجہ النظر ثم یأخذہ(٨١)

سربراہ حکومت کو یہ اختیار ہے کہ مصلحت کے پیش نظر زکواۃ کی وصولی موخر کردے اور پھر بعد میں اسے وصول کرے۔

ان دونوں روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام یا سربرہ حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ ضرورت و مصلحت کی خاطر قرآن مجید میں مذکور کسی حق کو معطل کرسکتا ہے۔ اسلام کے بنیادی رکن زکواۃ کی وصولی میں تعجیل وتاخیر کرسکتا ہے۔ اسی طرح انسانی بنیادی حقوق کو بھی مصلحت کی خاطر معطل کرسکتا ہے۔ نظریہ ضرورت کے علاوہ متعدد دیگر فقہی اصول ایسے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اجتماعی مفاد ، ضرورت ، مصلحت ، فتنہ وفساد سے بچاؤ کے پیش نظر انسانی بنیادی حقوق محدود وقت کیلئے معطل کیے

جاسکتے ہیں۔ ان میں چند اصول یہ ہیں:

۱. اذا تعارضت المصالح اوتعارضت مصلحة ومفسدة وتعذر الجمع بين فعل المصلحة وترک المفسده بدئ بالاہم(۸۲)

جب مصلحت اور فساد باہم مقابلۃً ہوں اور مصلحت کو کرنا اور فساد کو ترک کرنا مشکل ہو تو اہم چیز کو اختیار کیا جائے گا۔

۲. ولامام ان يوخرعلی وجه النظرثم ياخذه(۸۳)

امام حکومت کو یہ اختیار ہے کہ مصلحۃ کسی حکم کو موخر کردے اور پھر اسے ادا کرے۔

۳. الضرورة تبيح المحظورات(۸۴)

ضرورتیں ممنوع اشیاء کو جائز کردیتی ہیں۔

۴. اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمهما ضرراً بارتكاب اخفهما(۸۵)

جب دو خرابیوں کا مقابلہ ہو تو بڑی خرابی سے بچنے کیلئے چھوٹی خرابی کا ارتکاب گوارا کیا جائے گا۔

۵. تصرف الامام علی الرعية منوط بالمصلحة(۸۶)

عوام کے معاملات میں امام کے اختیارات مبنی بر مصلحت ہونے چاہیے۔

۶. اعظم ضراً يزال بالاخف(۸۷)

چھوٹے نقصان کے ذریعہ بڑے نقصان کو دور کیا جائے۔

۷. الامور بمقاصدها(۸۸)

کاموں کا اعتبار ان کے مقاصد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

سربراہ حکومت کے صوابدیدی اختیارات

اسلام میں مملکت کی سربراہی کا منصب بہت اہم منصب ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے امانت ہوتا ہے۔ حاکم وقت قیامت کے روز اپنی رعیت کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق جوابدہ بھی ہوگا۔ اس لئے حاکم وقت کا ہر حکم عوام کی فلاح وبہبود، اجتماعی مفاد اور مصلحت عامہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس منصب کی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اس کی اطاعت کا حکم فرمایا، ارشاد ہوتا ہے۔

اطيعوالله واطيعوا الرسول واولی الامر منكم(۸۹)

(ترجمہ) اللہ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ کی اور حاکم وقت کی اطاعت کرو۔

خطبہ حجۃ الوداع جس میں حضور اکرم ﷺ نے بہت سے انسانی بنیادی حقوق کا ذکر فرمایا، میں حاکم وقت کا یہ حق قرار دیا کہ عوام اس اطاعت کریں، ارشاد ہوتا ہے:

ولو استعمل علیکم عبد یقود کم بکتاب اللہ واسمعوالہ واطیعوا(۹۰)

(ترجمہ) اگر تم پر کوئی غلام حکمران بنا دیا جائے اور وہ تمہیں قرآن مجید کے مطابق حکم دے تو اس کے احکام کو سنو اور اطاعت کرو۔

لہذا ان امور میں حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے جو قرآن مجید، سنت رسول اور ائمہ مجتہدین کے قواعد وضوابط کے مطابق اجتماعی مفاد، مصلحت عامہ اور فتنہ وفساد سے بچاؤ کیلئے ہوں۔

آئینی جواز

آئین پارلیمنٹ متفقہ طور پر منظور کرتی ہے، پارلیمنٹ مسلمانوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے جس کا بنیاد مقصد قانون سازی یعنی اجتماعی اجتہاد ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کی پارلیمنٹ کو شوریٰ کہا جاتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہوا:

وشاورھم فی الامر(۹۱)

اور اپنے معاملات میں مشورہ کیجئے

دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا گیا:

امرھم شوریٰ بینھم(۹۲)

ان کے امور حکومت باہم مشاورت سے طے پاتے ہیں۔

اس مجلس مشاورت کے تیار کردہ آئین کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے لکھا ہے:

آئین مسلمانوں کی منتخب نمائندہ پارلیمنٹ کے اجتماعی اجتہاد سے منظور ہوتا ہے جسے اسلامی ریاست میں تقدس کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ آئین قرآن وسنت کی تعبیر اور شریعت کی توجیہ ہوتا ہے جس کی حقانیت اور صداقت کی دلیل قوم کے اجتماعی اجتہاد کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ اجتماعی اجتہاد ہدایت اور صراط مستقیم پر قائم ہوتا ہے(۹۳)

۱۹۷۳ء کے آئین کے متعلق ڈاکٹر گورایہ نے لکھا ہے:

پاکستان میں ۱۹۷۳ء کا آئین، آئین مدینہ (میثاق مدینہ) کے خطوط پر مدون ومرتب ہوا۔ یہ کسی فرد واحد کا دیا ہوا نہیں یہ پوری قوم کے منتخب نمائندوں کا تیار کردہ ہے۔ اسے اسلامی ریاست کے اجتماعی

اجتہاد کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ اجتہاد کتاب وسنت کی تعبیر نو پر مبنی ہے۔ شریعت کی تعبیر نو کا اختیار جمہور مسلمانوں کو اللہ نے عطا کیا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں تعبیر شریعت کا اختیار پاکستانی عوام کو حاصل ہے۔(۹۴)

لہذا وہ آئین جس کی دینی لحاظ سے یہ حقیقت ہو اور تمام سیاسی پارٹیوں اور تمام اراکین اسمبلی وسینٹ کا متفقہ آئین ہو اس کو خلاف اسلام کیسے کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس میں ترمیم کی گنجائش رکھی گئی ہے جس کا طریق کار آئین کے حصہ یازدھم دفعہ ۲۳۸ اور دفعہ ۲۳۹ میں تفصیلاً موجود ہے۔ آئین ہی ترمیم کی گنجائش کی بنا پر اب تک چودہ ترامیم کی گئی ہیں لیکن آج پچیس سال گزرنے کے باوجود کسی بھی طبقہ کی طرف سے آئین کی ان دفعات یعنی دفعہ ۲۳۲ سے لے کر ۲۳۵ تک (جن میں ہنگامی حالات کے نفاذ اور نوعیتوں کا ذکر ہے) کو معطل یا ان میں ترمیم کرنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔

لہذا آئین کی ان دفعات کے متعلق اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان اور ممتاز قانون دانوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ جن میں چند آراء یہ ہیں:

۱۔ عوام کی فلاح وبہبود کیلئے اگر ضروری ہو تو (آئین میں مذکور بنیادی حقوق) کو معطل بھی کیا جاسکتا ہے۔ بنیادی حقوق کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ مقننہ، عدلیہ اور دیگر حکومتی ریاستی اداروں کو ان حقوق میں مداخلت کرنے پر صریحاً یا معنوی طور پر پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ کسی حق کو بنیادی حق قرار نہیں دیا جاسکتا جسے مقننہ دستور میں ترمیم کیے بغیر سلب کرسکے یا ہنگامی حالات میں ان کا سلب کیا جانا ضروری ہو تاہم ان حقوق پر بعض حدود وقیود نافذ کی جاسکتی ہیں(۹۵)

۲۔ PLD ۱۹۶۵ میں ہے کہ اگر ریاست کی سلامتی خطرے میں ہو تو بنیادی حقوق کی حیثیت بے معنی ہوجاتی ہے کیونکہ ریاست کے ساتھ ساتھ اس کے شہریوں کی آزادی بھی خطرے میں ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے حالات کے تحت وقتی طور پر بنیادی حقوق معطل کیے جاسکتے ہیں۔(۹۶)

۳۔ اگر کوئی حکومتی ادارہ بنیادی حقوق کے خلاف کوئی قدم اٹھائے تو وہ باطل ہوگا اور عدالتوں پر لازم ہے کہ متاثرہ فرد کی دادرسی کےلئے مناسب حکم صادر کرے۔ یہ فرض قانون سازی کی عدالتی نظر ثانی کہلاتا ہے۔(۹۷)

۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) محمد منیر ہنگامی حالات کے متعلق بیان کرتے ہیں:

ہمارے دستور میں بنیادی حقوق نہ تو قابل تنسیخ ہیں اور نہ دائمی کیونکہ نہ صرف انہیں ہنگامی حالات کا اعلان کرکے معطل کیا جاسکتا ہے بلکہ دستور میں ترمیم کے ذریعہ انہیں ختم بھی کیا جاسکتا ہے(۹۸)

آئین میں مذکور ان بنیادی حقوق کو نہ تو مستقل طور پر معطل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کے خلاف قانون سازی کی جاسکتی ہے بلکہ اگر کوئی ان بنیادی حقوق کو معطل کرے تو عدالت ان کو بحال کرتی ہے۔ البتہ اجتماعی مفاد، ناگزیر حالات اور مصلحت عامہ کے پیش نظر انہیں محدود وقت کیلئے معطل کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں مذکور بیس بنیادی حقوق میں سے کوئی حق ایسا نہیں جس کی محدود وقت کے لئے معطلی سے افراد کی بقاء زندگی متاثر ہوتی ہو۔ ہنگامی حالات کے نفاذ کا آئین کے مطابق ان حالات میں ہوتا ہے۔

۱۔ دوسرے ملک سے جنگ یا داخلی جھگڑے

۲۔ کسی بھی صوبے میں آئینی مشینری کی ناکامی

۳۔ مالیاتی امور اور معاشی استحکام کو شدید خطرہ۔

یہ وہ وجوہ ہیں جن کے پیش نظر اگر ہنگامی حالات کا نفاذ نہ کیا جائے تو پاکستان کے وجود کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ لہذا پاکستان کی بقاء، پاکستان کے اکثر شہریوں کی بقاء اور مفادات کے پیش نظر اگر چند شہریوں کے حقوق معطل ہوں تو اس میں کون سی قباحت ہے۔

بنیادی حقوق کو باقی رکھتے ہوئے اگر پاکستان کے وجود کو خطرہ ہو تو نہ ملک کی بقا ہوگی یا اس کے شہریوں کی۔

لہذا بہتر نیت اور اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے بڑی خرابی سے بچنے کیلئے چھوٹی خرابی برداشت کی جاتی ہے۔ چھوٹے نقصان کے ذریعہ بڑے نقصان کو دور کیا جاتا ہے۔

انہی مقاصد کے پیش نظر نومبر ۱۹۷۱ء کو صدر پاکستان جناب جنرل یحییٰ خاں نے چھ ماہ کیلئے بنیادی حقوق معطل کیے۔ ان کے نزدیک جس کی بنیاد اس وقت پاکستان کو بیرونی جارحیت سے خطرہ تھی۔ ان کی بات درست ثابت ہوئی اور ۳۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھارت نے پاکستان پر حملہ کردیا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد ۲۱۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے انہی ہنگامی حالات کو جاری رکھا لیکن جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ہی ستمبر ۱۹۷۳ء کو جب ملک کی سلامتی کو بظاہر کوئی خطرہ نہ تھا صرف اپنے سیاسی مخالفین سے خطرہ کی بنا پر ہنگامی حالات کا نفاذ کردیا جس کی منظوری انہوں نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے لے لی۔

موجودہ صدر جناب محمد رفیق تارڑ نے جن وجوہ کی بنا پر ایمرجنسی نافذ کی اس کی وجوہ ایک رٹ کے جواب میں اٹارنی جنرل پاکستان جناب چوہدری محمد فاروق نے سپریم کورٹ میں یہ بیان کیں (۹۹)

۱- بیرونی حملے کا شدید خطرہ

۲- اندرونی و بیرونی خطرات

۳- ۳ مئی ۱۹۹۸ء کو ایٹمی دھماکے کیے جانے کی وجہ سے ڈالروں کی شکل میں ملکی دولت باہر منتقل ہونے کا خطرہ۔

۴ بایں وجہ ملک کے دیوالیہ ہونے کا خطرہ۔

انہوں نے مزید کہا کہ ایمرجنسی کے نفاذ کے بارے جاری کردہ فرمان میں ترمیم کی جارہی ہے جس کے بعد ایمرجنسی کے تحت بنیادی حقوق سے متعلق معطل ہونے والی چار دفعات(۱۰، ۲۳، ۲۴، ۲۵) کے سوا تمام دفعات بحال ہوجائیں گی(۱۰۰)

۱۴ جولائی ۱۹۹۸ء کو صدر پاکستان نے ۲۸ مئی ۹۸ء کے صدارتی حکم میں ترمیم کردی۔ ترمیمی حکم کے مطابق صدر نے آئین کے آرٹیکل ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ کو بحال کردیا جس کے تحت اب شہریوں کو آزادی سے چلنے پھرنے، کسی مقصد کیلئے اکٹھے ہونے۔ سیاسی جماعت بنانے اور اپنی سیاسی وابستگی قائم کرنے اور اپنی مرضی کے کاروبار کرنے کے ساتھ تحریر و تقریر کی آزادی بھی دی گئی۔ تاہم بنیادی حقوق کے ضمن میں مذہبی آزادی کے ساتھ رسم ورواج کی ادائیگی اور مذہبی تعلیم کے حصول کی آزادی سے متعلق اور آرٹیکل واپس نہیں لئے۔

علاوہ ازیں بنیادی حقوق سے متعلق آرٹیکل ۱۰، ۱۲، ۲۴ اور ۲۵ کو بحال نہ کرکے حکومت نے شہریوں کیلئے گرفتاری کی صورت میں وکیل سے رابطہ کرنے اور چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے کا حق بحال نہیں کیا اس سطرح شہریوں کو اپنی مرضی سے جائیداد خریدنے اور جائیداد پر اپنا حق ملکیت کا دعوی کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی(۱۰۱)

اس رٹ کا فیصلہ سناتے ہوئے سپریم کورٹ نے ۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء کو اپنے فیصلے میں بنیادی حقوق بحال کردیئے اور بنیادی حقوق معطل کرنے کا صدارتی حکم غیر آئینی قرار دے دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایمرجنسی یعنی حکومت کا ہنگامی قانون سازی کا اختیار بھی برقرار رکھا۔(۱۰۲)

اس مقالے میں ہماری تحقیق کا مقصد ان ہنگامی حالات کے نفاذ کا پس منظر بیان کرنا نہیں صرف آئینی دفعات سے ہے کہ کیا یہ دستوری دفعات شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں یا مخالف؟

دنیا میں ہر دستور اور قانون اکثر و بیشتر نیک نیتی اور مفاد عامہ کے تحت ہی بنایا جاتا ہے۔ لیکن اس کا استعمال صاحب اختیار کی اپنی مرضی پر ہوتا ہے کہ وہ اس کے نفاذ سے کون سے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

المراجع والحواشی

۱. امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، نورمحمد ،کراچی،(ت.ن) ص:۱۲۵

۲. فخرالدین رازی، التفسیر الکبیر، ناشر ، مقام اشاعت و تاریخ اشاعت نامعلوم،ج:۲،ص:۱۳۶.

۳. ابن‌منظور،لسان‌العرب،دارصادر،بیروت، ۱۳۰۰ھ،ج:۱،ص:۴۹

۴. Henry compbell Black, Black Law Dictionary, 5th ed west publishing co. 1979.USA. p. 1189.

۵. جسٹس (ریٹائرڈ)محمد منیر، شرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور پی ایل ڈی پبلشرز، لاہور،۱۹۹۱ء ص:۳۴.

۶. ایضاً

۷. واقعہ یہ تھا کہ حضرت آدمؑ و حضرت حوا علیھما السلام سے توالد وتناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے دو بچے توام پیدا ہوتے یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی. اس وقت کی ضرورت کے مطابق اللہ تعالی نے یہ حکم فرمایا ایک حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا اور لڑکی دوسرے حمل میں پیدا ہونے والی لڑکی اور لڑکے سے نکاح کریں . قابیل اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے. جب کہ قانون کے مطابق اس لڑکی کی شادی ہابیل کے ساتھ ہونا تھی. اس اختلاف کی بنا پر قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا. اس طرح عورت کی وجہ سے دنیا میں پہلا مرد قتل ہوا.

۸. مائدہ:۲۹.۲۸

۹. Sharif - ud- din pirzadah, Fundamental rights and Constitutions Remedies, All Pakistan legal Decisions, 1966,Lahore. p. 1

۱۰. تنازعہ یہ تھا کہ ۱۶۲۵.۲۷ء مکے درمیان برطانیہ کے بادشاہ نے ایک سمندری جہاز کے متعلق سپین کے خلاف اعلان جنگ کیاتھا. ۱۶۳۴ء میں اٹارنی جنرل نے یہ رائے دی کہ جہاز کی قیمت کو عام محصول قرار دیا جائے جس پر چیف جسٹس نے استعفی دے دیا. اس کے بعد اس جہاز کی دولت کو قانونی حیثیت دینے کیلئے شاہ چارلس نے عدالتی رائے لی جس میں بادشاہ کو معاہدے کا پابند بنائے جانے کا مطالبہ کیا گیا. (شریف الدین پیرزادہ ، فنڈامنٹل رائٹس ،ص:۲)

۱۱. مولانا مودودی، اسلامی ریاستت، مرتبہ ، خورشیداحمد، اسلامک پبلیکشنز لاہور۱۹۷۹ء ،ص:۵۵۱

۱۲. The constitution of U.S.A. introduction By edward c. Smith, Barnes and noble publishers. New York, 1966, p. 17

۱۳. Paul sighart, the lawful rights of mankind, Oxford university press. 1985, U.K, p. 107 - 161, 214 - 219. Antonio cassese, Human Rights in a (changing world, Temple university press. Philadelphia, 1990, U.K. P. 24 189 -194

۱۴. Antonio cassese, Human Rights in a Changing world, p.189 - 194

۱۵. بقرہ:۳۶

۱۶. بقرہ:۲۶

۱۷. بقرہ:۳۸

۱۸. بقرہ:۲۲۸

۱۹. امام مالک، • مؤطاامام مالک(کتاب الاقضیہ، باب الشہادات)میرمحمد کتب خانہ ، کراچی(ت.ن) ص:۶۳۳

۲۰. امام بخاری ، الجامع الصحیح(کتاب الصوم، باب حق الجسم

فی الصوم)نورمحمد ، کراچی،۱۳۵۷ھ،ج:۱ ،ص:۲۶۵

۲۱. امام احمد، المسند، دارصادر، بیروت،(ت.ن) ج:۵ ،ص:۶۶

۲۲. K.J.Alyasi, Judicial Dictionary, the law book company, 1988, Allahabad, India, p. 390.

۲۳. Henry Campbell Black, Black law Dictionary p. 469.

۲۴. Sharif - ud - din Pirzada, Fundamental Rights and Constitution Remedies, p. 104 - 105.

۲۵. نساء:۵۹

۲۶. امام احمد، المسند،ج:۶،ص:۴۰۲

۲۷. نساء:۹۷

۲۸. نساء:۱۰۰

۲۹. ڈاکٹرحمیداللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی،اردواکیڈمی، سندھ ،۱۹۸۷ء،ص:۳۶۹

۳۰. بقرہ:۱۸۸

۳۱. صفوان کا والد امیہ غزوہ بدر میں بحالت کفر قتل کیا گیا. فتح مکہ کے بعد صفوان اپنے دادا کے پاس بھاگ گئے . پھر ان کے چچا زاد بھائی وہب بن عمیر نے رسول اللہؐ سے صفوان کے لئے امان طلب کی گئی. آپ نے دوماہ کی امان دینے کا اعلان فرمایا اور علامت کیلئے اپنی وہ چادر یا عمامہ ان کے پاس بھیجا جسے پہن کر آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے. پھر وہب ان کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے . پھر آپ انہیں حنین لے گئے . اس وقت آپؐ نے ان سے یہ ہتھیار عاریةً مانگے تھے.(ابن اثیر جزری، اسدالغابہ فی معرفة الصحابہ، ترجمہ محمد عبدالشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ ، لاہور ،۱۴۰۷ھ،ج:۵ ،ص:۲۷،۲۸)غزوہ حنین سے واپسی کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا.

۳۲.   ابن ہشام ، السیرة النبویہ، داراحیاالتراث العربی بیروت(ت.ن) ج:۴،ص:۴۲۳.

۳۳.   بقرہ:۲۷۹

۳۴.   امام بخاری ، الجامع الصحیح ،(کتاب الجهاد ، باب لا یعذب بعذاب اللہ)ج:۱،ص۴۲۳.

۳۴.   ان دونوں اشخاص کے نام ہباز بن اسود اور نافع بن عبد القیس تھا. ان کو قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ حضرت سیدہ زینب رض کے شوہر ابوالعاص مقسم بن ربیع کو صحابہ کرامؓ جب گرفتار کرکے مدینہ منورہ لائے تو حضورؐ ان کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رض کو مدینہ منورہ بھیج دے چنانچہ ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو بھیجاتو ہباربن اسود اور اس کے ساتھی نے سیدہؓ کا تعاقب کیا اور ان کے اونٹ کی دونوں ٹانگوں کے درمیان چھڑی ماری جس سے اونٹ اچھلا اور صاحبزادی گرپڑیں جس سے ان کو چوٹ آگئی اور سخت بیمار ہوگئیں . دوسری روایت کے مطابق آپ اس وقت حاملہ تھیں اور گرنے کی وجہ سے اسقاط ہوگیا. تو آپؐ نے ان کی طرف ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا.جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے. ان سے فرمایا اگر تم ہبار بن اسود کو پاؤ تو اسے ایندھن میں رکھ کر آگ سے جلا دو پھر آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالی سے حیا آتا ہے کہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی کو اللہ کا عذاب دے. حضرت ابوہریرہؓ انہیں نہ پاسکے بعد میں ہبارنے فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کرلیا.(غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری، شرح الصحیح البخاری، ناشر حبیب الرحمن رضوی، فیصل آباد،(ت.ن) ج:۴،ص:۵۱۱)

۳۵.   امام بخاری ، الجامع الصحیح (کتاب الجهادباب التودیع عند السفر، باب لا یعذب یعذب اللہ) ج:۱،ص:۴۲۳،۴۱۵

۳٦.	غلام رسول رضوی، تفهیم البخاری، ج:۴،ص:۵۱۱
۳۷.	ابویعلی ، الاحکام السلطانیه ، مکتبه الحلبی ، مصر، ۱۹٦٦ء ص:۳۴
۳۸.	امام بخاری ، الجامع الصحیح (کتاب استتابة المعاندین والمرتدین) ج:۲،ص:۱۰۲۳
۳۹.	ایضاً
۴۰.	بقرۃ:۱۸۸
۴۱.	علامه طنطاوی جوہری ، نظام العالم والامم، مطبعه معارف ، مصر، (ت.ن) ج:۲،ص:۱۸۳۔۱۸۴
(۴۱.الف)	منور حسین چیمه، علم معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار، سه ماہی منهاج،ج:۱۵،شماره:۳(جولائی تا ستمبر۱۹۹۷ء)ص:۱۲٦، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور.
۴۲.	محمد تقی امینی، احکام شرعیه میں حالات زمانه کی رعایت ،سند ساگر اکیڈمی، لاہور۱۹۸۲ءص:۱۹۴
۴۳.	شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبه رحمانیه، لاہور،ص:۲۱۴
۴۴.	شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۲۱۴
۴۵.	ایضاً ص:۲۱۵
(۴۵.الف)	منور حسین چیمه، علم معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار، سه ماہی منهاج،ص:۱۲٦
۴٦.	محمد تقی امینی، احکام شرعیه میں حالات زمانه کی رعایت ،ص:۱۹۴۔۱۹۵
۴۷.	علامه طنطاوی جوہری ، نظام العالم والامم، ج:۲،ص: ۱۸۳ ۔۱۸۴
۴۸.	ایضاً
۴۹.	فئی کا لغوی معنی لوٹنے کے ہیں اسی لئے دوپہر کے بعد

جو چیزوں کا سایہ مشرق کی طرف لوٹتا ہے اس کو بھی فئی کہاجاتاہے. اصطلاح میں فئے سے مراد کفار کا وہ مال ہے جو بغیر جنگ و قتال کے حاصل ہو یہ مال مجاھدین میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ اس کی تقسیم کا کلی اختیار رسول اللہؐ کے پاس تھا جتنا چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جتنا چاہیں لوگوں میں تقسیم کردیں. اس کی مزید تفصیل سورہ حشر کی آیت نمبر ٦ اور ۷ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے (مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ادارۃ المعارف ، کراچی ۱۹۷۸ ،ج:۸ ،ص:۳٦٦)

۵۰. امام ابوداؤد ، سنن ابی داؤد ،(کتاب الخراج والفئی والامارۃ، باب فی اقطاع الارضین) ولی محمد ، کراچی، ۱۳٦۹ھ، ج:۲ ،ص:۴۳٦

۵۱. اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے جسے حضرت عمرؓ نے صخر بن عیلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ثقیف سے قلعہ طائف پر جہاد کیایہ سن کر صخر بن عیلہ چند سوار لےکر آپ کی مدد کو پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ بغیر کامیابی کے واپس آگئے ہیں . اس وقت صخر نے اللہ تعالی سے یہ عہد کیا کہ اس قلعے کو نہیں چھوڑوں گا جب تک اسے فتح نہ کرلوں. اور رسول اللہؐ کا حکم قبول کرکے قلعہ لوگوں سے خالی نہ کرالوں. چنانچہ قلعہ فتح ہوگیا اور لوگ نیچے اتر آئے. صخر نے اس وقت بذریعہ خط حضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور کہا کہ میں ان کے پاس جاتا ہوں تو ان کے پاس گھوڑے ہوتے ہیں. آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے قبیلہ احمس کو نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا اور دس بار دعا کی کہ اے اللہ احمس کے گھوڑوں اور مردوں میں برکت عطا فرما. پھر یہ سب لوگ یعنی صخر بن عیلہ اور اس کے ساتھی رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے . اس وقت حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ

صخر نے میری پھوپھی کو پکڑ لیا ہے حالانکہ وہ مسلمان ہوگئی تھی. اس پر آپ نے فرمایا جب کوئی قوم مسلمان ہوجائے تو ان کی جانیں اور مال محفوط ہوجاتے ہیں(امام ابوداؤد ، کتاب الخراج، باب فی اقطاع الارضین، ج:۲ ،ص:۴۳٦

۵۳. امام بخاری، الجامع الصحیح ،(کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموالصلوة) ج:۱ ،ص:۸

۵۴. امام ابویوسف، کتاب الخراج ،(باب فی اسلام قوم من اھل الحرب واھل البادیہ)بولاق، مصر، ۱۳۰۲ھ ،ص:٦۸

۵۴. نساء:۳

۵۵. مائدہ:۵

۵٦.ابوبکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن ، (باب تزویج الکتابیات) دارالکتاب العربیہ ، بیروت ،(ت.ن) ج:۲ ،ص:۳۲۴

۵۷. ایضاً

۵۸. امام محمد، کتاب الاثار(باب من تزوج الیھودیہ او النصرانیہ، مسئلہ نمبر ۴۱۵) ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ ، کراچی،۱۴۰۷ھ ،ص:۸۹

۵۹. الجصاص، احکام القرآن ، ج:۲ ،ص:۳۲۴

٦۰. شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن قیم، الطرق الحکمیہ فی السیاسة الشرعیہ، مطبعہ الاداب المصریہ، مصر۱۳۱۷ھ ،ص:۹۸.

٦۱. امام احمد، المسند، ج:۴ ،ص:۱۸۱

٦۲. امام نسائی، سنن نسائی(کتاب السرقہ، باب القطع فی السفر) قدیمی کتاب خانہ کراچی، (ت.ن) ج:۲ ،ص:۲٦۱

٦۳. امام عبدالرزاق، المصنف(کتاب اللقطہ، باب القطع فی عام سنة، حدیث نمبر۱۸۹۹۰)منشورات المجلس العلمی، ۱۹۷۰ء،ج:۱۰ ،ص:۲۴۲

٦۴. امام ترمذی ، جامع الترمذی(ابواب العلم، بابِ الاخذ بالسنة واجتناب البدعة)مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ۱۹۵۲ء،ج:۲ص:۹۲
٦٥. ابواسحاق ابراهیم شاطبی ، الموافقات فی اصول الشریعة ، مکتبہ تجاریہ، مصر(ت.ن)
ج:۱،ص:۸
٦٦. ایضاً
٦۷. ایضاً،ج:۱،ص:۱۰
٦٨. بقرہ:۱۴۳
٦٩. مجلہ احکام العدلیہ، (قاعدہ نمبر۲۱)نور محمد ، کراچی ،(ت.ن) ص:۱۸
۷۰. اعراف:۱۵۷
۷۱. حشر:۷
۷۲. امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الافاحی، باب بیان ماکان فی نهی عن اکل لحوم الافاحی بعد ثلاث)مطبع علیمی، (دہلی،۱۳۴۸ھ،ج:۲،ص:۱۵۷
۷۳. ایضاً ص:۱۵۸
۷۴. امام مسلم، الجامع الصحیح(کتاب الحج، باب نقص الکعبه وبنائها) ،ج:۱،ص:۴۲۹
۷۵. ایضاً
۷٦. خالد اتاشی محمد مفتی حمص، شرح المجله الاحکام العدلیه، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ،۱۴۰۳ھ،ج۱،ص:۵۵
۷۷. حج:۴۱
۷۸. توبہ:٦٥
۷۹. ابوبکر الجصاص، احکام القرآن، ج:۳ص:۱۲۴
۷۹.الف) حضرت عمر فاروقؓ نے اس مصرف زکواۃ کو اس لئے

معطل کیا تھا کہ اس وقت تمام مستحق مسلمانوں کے بیت المال میں وظیفے مقرر تھے۔ آج چونکہ سرکاری سطح پر کوئی ایسا انتظام نہیں لہذا اس مصرف کو بحال کرنا وقت کی ضرورت ہے کیونکہ آج جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے معاشی تحفظ اور امداد کے لئے کوئی معقول ذریعہ نہیں. یہی وجہ ہے کہ بہت سی غیر مسلم تنظیمیں مسلمانوں کو معاشی اور مالی تحفظ دینے کی بنا پر اپنے مذہب کی طرف قائل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہیں. نو مسلم اگرچہ غریب اور فقیر کے زمرے میں آجاتے ہیں لیکن پھر بھی تالیف قلوب کے مصرف زکواۃ کو عصر حاضر میں اس ضرورت کے پیش نظر بحال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں.

۸۰. امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد(کتاب الزکواۃ، باب تعجیل الزکاۃ) ج:۱،ص:۲۲۹

۸۱. محمد بن علی بن محمد شوکانی، نیل الاوطار شرح المنتقی الاخبار، مکتبہ الکلیات الازہریہ،۱۹۷۸،ج:۵،ص:۱۹۴

۸۲. امام نووی، شرح الصحیح المسلم، ج:۱،ص:۴۲۹

۸۳. شوکانی ، نیل الاوطار، ج:۵،ص:۱۹۴

۸۵. مجلہ الاحکام العدلیہ، نمبر۲۱،ص:۱۸

۸۵. محمد حنیف گنگوھی، غایۃ السعایہ فی شرح الھدایہ، المکتبہ الاشرفیہ،لاہور،(ت.ن) (مقدمہ)ص:۷۹

۸۶. ایضاً،ص۹۱

۸۷. ایضاًص:۱۰۵، مجلہ الاحکام العدلیہ، قاعدہ نمبر ۲۷،ص:۱۹

۸۸. محمد حنیف گنگوھی، غایۃ السعایہ، ص:۷۸

۸۹. نساء:۵۹

۹۰. امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ

الامراء فی غیر معصیة) ،ج:۲،ص:۱۲۵

۹۱. آل عمران:۱۵۹

۹۲. شوری :۳۹

۹۳. ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ، اسلام . آئین اور صوابدید، زین پبلیشرز، لاہور،۱۹۹۶ء،ص:۹۰

۹۴. ایضاً،ص:۹۴

۹۵. پی ایل ڈی، لاہور ۱۹٦۵ ،ص:٦۴۲

۹٦. ایضاً

۹۷. پی ایل ڈی، سپریم کورٹ، ۱۹٦۴ء،ص:٦۷۳، جسٹس محمد منیر، شرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص:۳۴

۹۸. پی ایل ڈی، سپریم کورٹ ۱۹۵۹ء،ص:۳۸۷

۹۹. جناب محمد رفیق تارڑ صدر پاکستان کی طرف سے ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو نافذ کی گئی ایمرجنسی کے خلاف مختلف لوگوں نے سپریم کورٹ میں رٹ دائر کی جن میں جناب فاروق لغاری، جناب منظورر احمد وٹو، جناب محمد اجمل خٹک، جناب محمد عمران خاں، جناب غلام قادر جتوئی اور محترمہ غنوای بھٹو شامل ہیں. اس رٹ کی سماعت سپریم کورٹ کے سات رکنی فل بینچ نے کی جس کے سربراہ چیف جسٹس جناب محمد اجمل میاں تھے۔

(روز نامہ پاکستان، لاہور ۱۴، جولائی ۱۹۹۸ء ،ص:۱،۷)

۱۰۰. روز نامہ پاکستان ، لاہور، ۱۴، جولائی ۱۹۹۸ء ص:۱،۷

۱۰۱. ایضاً، ۱۵. جولائی ۱۹۹۸ء، ص:۱

۱۰۲. ۲۹جولائی ۱۹۹۸ ،ص:۱